اسلام کا تعلیمی ضابطہ
مسلمانوں نے علم کہاں سے لیا
تدریس کا شرعی ضابطہ
بعثت نبویؐ کے مقاصد
فحاشی کا خاتمہ
جہالت کا خاتمہ
گمراہ کن شاعری کا خاتمہ
دامت برکاتہم العالیہ
پیر سائیں غلام رسولؐ قاسمی قادری نقشبندی
رحمۃ للعالمینؐ پبلیکیشنز
بشیر کالونی سرگودھا
0303-4367413, 0301-6002250

اسلام کا تعلیمی ضابطہ
مسلمانوں نے علم کہاں سے لیا
تدریس کا شرعی ضابطہ
بعثت نبوی کے مقاصد
فحاشی کا خاتمہ
جہالت کا خاتمہ
گمراہ کن شاعری کا خاتمہ
غلام رسول قاسمی قادری نقشبندی
رحمۃ للعالمین پبلیکیشنز
بشیر کالونی سرگودھا
0303-4367413, 0301-6002250

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

فہرستِ مضامین

☆......☆......☆

باب اول

مسلمانوں نے علم کہاں سے لیا

☆......☆......☆

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

سابقہ انبیاء علیہم السلام کی تعلیمات کا خلاصہ

اللہ کریم جل شانہ ارشاد فرماتا ہے:

وَتِلْکَ حُجَّتُنَا آتَیْنَاهَا إِبْرَاهِیمَ عَلَی قَوْمِهِ نَرْفَعُ دَرَجَاتٍ مَنْ نَشَاءُ إِنَّ رَبَّکَ حَکِیمٌ عَلِیمٌ. وَوَهَبْنَا لَهُ إِسْحَاقَ وَیَعْقُوبَ کُلًّا هَدَیْنَا وَنُوحًا هَدَیْنَا مِنْ قَبْلُ وَمِنْ ذُرِّیَّتِهِ دَاوُودَ وَسُلَیْمَانَ وَأَیُّوبَ وَیُوسُفَ وَمُوسَیٰ وَهَارُونَ وَکَذَٰلِکَ نَجْزِی الْمُحْسِنِینَ. وَزَکَرِیَّا وَیَحْیَیٰ وَعِیسَیٰ وَإِلْیَاسَ کُلٌّ مِنَ الصَّالِحِینَ. وَإِسْمَاعِیلَ وَالْیَسَعَ وَیُونُسَ وَلُوطًا وَکُلًّا فَضَّلْنَا عَلَی الْعَالَمِینَ. وَمِنْ آبَائِهِمْ وَذُرِّیَّاتِهِمْ وَإِخْوَانِهِمْ وَاجْتَبَیْنَاهُمْ وَهَدَیْنَاهُمْ إِلَیٰ صِرَاطٍ مُسْتَقِیمٍ. ذَٰلِکَ هُدَی اللَّهِ یَهْدِی بِهِ مَنْ یَشَاءُ مِنْ عِبَادِهِ وَلَوْ أَشْرَکُوا لَحَبِطَ عَنْهُمْ مَا کَانُوا یَعْمَلُونَ. أُولَٰئِکَ الَّذِینَ آتَیْنَاهُمُ الْکِتَابَ وَالْحُکْمَ وَالنُّبُوَّةَ فَإِنْ یَکْفُرْ بِهَا هَٰؤُلَاءِ فَقَدْ وَکَّلْنَا بِهَا قَوْمًا لَیْسُوا بِهَا بِکَافِرِینَ. أُولَٰئِکَ الَّذِینَ هَدَی اللَّهُ فَبِهُدَاهُمُ اقْتَدِهْ قُلْ لَا أَسْأَلُکُمْ عَلَیْهِ أَجْرًا إِنْ هُوَ إِلَّا ذِکْرَیٰ لِلْعٰلَمِینَ (الانعام:۸۳تا۹۰)۔

ترجمہ: اور یہ ہماری قوی دلیل ہے جو ہم نے ابراہیم کو ان کے مخالف لوگوں پر دی، ہم جس کے چاہیں درجے بلند کرتے ہیں۔ بے شک آپ کا رب نہایت حکمت والا اور بہت علم والا ہے،

اور ہم نے ابراہیم کو اسحاق اور یعقوب عطا کیے، سب کو ہم نے ہدایت دی اور اس سے پہلے نوح کو ہدایت دی اور ان کی اولاد سے داؤد اور سلیمان اور ایوب اور یوسف اور موسیٰ اور ہارون کو ہدایت دی اور ہم نیکی کرنے والوں کو اسی طرح بدلہ دیتے ہیں۔ اور زکریا اور یحییٰ اور عیسیٰ اور الیاس سب کو ہدایت عطا فرمائی یہ سب صالحین میں سے ہیں۔ اور اسماعیل اور الیسع اور یونس اور لوط کو بھی ہدایت عطا فرمائی اور ہم نے سب کو ان کے زمانے کے سارے جہان والوں پر فضیلت دی۔ اور ان کے باپ دادا اور ان کی اولاد اور ان کے بھائیوں میں سے بعض کو ہم نے ہدایت فرمائی اور ہم نے ان کو چن لیا اور ان سب کو سیدھے راستے کی ہدایت دی۔ اور یہ اللہ کی ہدایت ہے اس کے ذریعے اپنے بندوں میں سے جسے چاہے راہ پر چلاتا ہے اور اگر وہ شرک کرتے تو جو کچھ وہ نیک عمل کرتے تھے ان سے ضائع ہو جاتے۔ وہی لوگ ہیں جنہیں ہم نے کتاب اور حکمت و شریعت اور نبوت عطا کی پس اگر ان چیزوں کے ساتھ یہ لوگ کفر کریں تو بے شک ہم نے ان چیزوں پر ایسی قوم کو مقرر کر دیا ہے جو ان سے انکار کرنے والے نہیں۔ یہ وہی لوگ ہیں جن کو اللہ نے ہدایت دی تو آپ بھی ان کے طریقے پر چلیں۔ فرما دیجیے! میں اس تبلیغ دین پر تم سے کوئی بدلہ طلب نہیں کرتا یہ تو صرف نصیحت ہے سب جہان والوں کے لیے۔

ان آیات میں جس کثرت سے انبیاء علیہم السلام کے اسمائے گرامی بیان ہوئے ہیں قرآن میں کسی دوسری جگہ بیان نہیں ہوئے۔ تمام انبیاء علیہم السلام کی تعلیمات توحید اور اصول دین کے معاملے میں ہمیشہ ایک جیسی رہی ہیں، لہٰذا اللہ کریم نے انہی اصولوں کو جاری رکھنے کیلئے اپنے حبیب ﷺ کو ان سب کی اقتداء کا حکم دیتے ہوئے فرمایا: فَبِهُدٰهُمُ اقْتَدِهْ یعنی اے محبوب آپ ان تمام انبیاء علیہم السلام کے طریقے پر چلیں یعنی ان کی اقتداء کریں۔ یہ اقتداء عقیدہ توحید سے متعلق ہے، اللہ کریم جل شانہ فرماتا ہے: وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا نُوْحِیْٓ اِلَیْهِ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا یعنی ہم نے آپ سے پہلے جتنے رسول بھیجے سب کی طرف یہ وحی بھیجی کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں (انبیاء: ۲۵)۔

یہی عقیدہ توحید ہے جو ہر زمانے میں قائم رہا، ہاں البتہ دین کے فروع اور شرعی احکام

میں سے بعض کو قائم رکھا گیا اور بعض کو منسوخ کر دیا گیا۔ یہی وجہ ہے کہ آج بھی اہل اسلام ایسی اسرائیلی روایات کو قبول کر لیتے ہیں جو اسلامی تعلیمات سے متصادم نہ ہوں۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

بَلِّغُوا عَنِّی وَلَوْ آیَةً وَحَدِّثُوا عَنْ بَنِی إِسْرَائِیلَ وَلَا حَرَجَ[بخاری حدیث: ٣٤٦١].

ترجمہ: مجھ سے ایک آیت بھی سنو تو آگے پہنچا دو، اور بنی اسرائیل سے روایت کر لیا کرو اس میں کوئی حرج نہیں۔

نبی کریم ﷺ کا فرض منصبی اور آپ کی تعلیمات

آپ ﷺ نے بلا امتیاز پوری امت کو علم سکھایا۔ اللہ کریم ارشاد فرماتا ہے:

هُوَ الَّذِی بَعَثَ فِی الْأُمِّیِّینَ رَسُولًا مِنْهُمْ یَتْلُو عَلَیْهِمْ آیَاتِهِ وَیُزَکِّیهِمْ وَیُعَلِّمُهُمُ الْکِتَابَ وَالْحِکْمَةَ وَإِنْ کَانُوا مِنْ قَبْلُ لَفِی ضَلَالٍ مُبِینٍ(الجمعہ:٢)۔

ترجمہ: وہی ہے جس نے امی لوگوں میں انہی میں سے عظمت والے رسول کو بھیجا جو ان پر اس کی آیات پڑھتے ہیں اور انہیں پاک کرتے ہیں اور انہیں کتاب اور حکمت سکھاتے ہیں اور بے شک وہ لوگ ایمان لانے سے پہلے ضرور کھلی گمراہی میں تھے۔

دوسری جگہ ارشاد فرماتا ہے: وَأَنْزَلْنَا إِلَیْکَ الذِّکْرَ لِتُبَیِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ إِلَیْهِمْ وَلَعَلَّهُمْ یَتَفَکَّرُونَ (النحل:٤٤)۔

ترجمہ: اور ہم نے آپ کی طرف قرآن نازل کیا تا کہ آپ لوگوں پر اس کی وضاحت کریں جو ان کی طرف نازل کیا گیا اور تا کہ یہ لوگ فکر سے کام لیں۔

تیسری جگہ ارشاد فرماتا ہے: لَقَدْ کَانَ لَکُمْ فِی رَسُولِ اللّٰهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ یعنی بے شک اللہ کے رسول کا عمل تمہارے لیے بہترین نمونہ ہے (الاحزاب:٢١)۔

ان تینوں آیات سے معلوم ہوا کہ حبیب کریم ﷺ نے اپنی امت کو (١)۔ قرآن سنایا، نگاہ سے تزکیہ فرمایا، کتاب کی تعلیم دی اور حکمت کی تعلیم دی۔ (٢)۔ جو کچھ اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا، اس کا معنی اور مفہوم واضح کیا۔ (٣)۔ اللہ تعالیٰ کے تمام احکام پر عمل کر کے دکھایا۔

بہترین معلم کی حیثیت سے آپ ﷺ کی یہی ذمہ داری ہو سکتی تھی، حدیث شریف میں ہے کہ: اِنَّمَا بُعِثْتُ مُعَلِّماً یعنی بے شک مجھے معلم بنا کر بھیجا گیا ہے (ابن ماجہ حدیث: ۲۲۹، دارمی حدیث: ۳۴۹)۔

نیز فرمایا: مَنْ یُّرِدِ اللّٰہُ بِہٖ خَیْراً یُّفَقِّہْہُ فِی الدِّیْنِ ، وَ اِنَّمَا اَنَا قَاسِمٌ وَاللّٰہُ یُعْطِیْ یعنی اللہ جس کے ساتھ بھلائی کا ارادہ کرتا ہے اسے دین کی سمجھ عطا فرما دیتا ہے، بے شک میں قاسم ہوں اور دینے والا اللہ ہے (بخاری حدیث: ۷۱، مسلم: ۲۳۸۹)۔

اپنے سیاق کے اعتبار سے اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ علم تقسیم فرماتے ہیں، اور شان ورود کے اعتبار سے اس کا مطلب یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ مال غنیمت تقسیم فرماتے ہیں، اور لفظی وسعت اور عموم کے اعتبار سے اس کے مفہوم میں یہ چیز بھی شامل ہے کہ نبی کریم ﷺ ہر چیز بانٹتے ہیں۔

ان دلائل سے معلوم ہوا کہ ہر صحابی نے براہ راست آپ ﷺ سے علم سیکھا۔ ہاں اگر کوئی صحابی موقع پر موجود نہ ہوتے تو ان سے پوچھ لیتے جو موقع پر موجود ہوتے تھے۔ یا صغار صحابہ نے بھی نبی کریم ﷺ کے وصال کے بعد کبار صحابہ سے علم سیکھا۔

نبی کریم ﷺ کے علم کے امین کون کون؟

قرآن شریف کی بے شمار آیات اور ان گنت احادیث سے ثابت ہے کہ آپ ﷺ سے تمام صحابہ نے براہِ راست علم حاصل کیا ہے، چنانچہ چند آیات اور احادیث اوپر بیان ہو چکی ہیں۔ مزید دیکھیے کہ حبیب کریم ﷺ کی تعلیمات کے امین کون کون ہیں؟

(۱)۔ عَنْ مَالِکِ بنِ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمَا مُرْسَلًا، قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ تَرَکْتُ فِیْکُمْ اَمْرَیْنِ ، لَنْ تَضِلُّوا مَا تَمَسَّکْتُمْ بِہِمَا ، کِتَابَ اللّٰہِ وَسُنَّۃَ نَبِیِّہٖ (موطا امام مالک حدیث: ۱۵۹۹، مستدرک حاکم حدیث: ۳۲۱، ۳۲۲)۔

ترجمہ: امام مالک بن انس نے مرسلاً روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں تم میں دو

چیزیں چھوڑ رہا ہوں۔ جب تک ان سے چمٹے رہو گے ہرگز گمراہ نہ ہو گے۔ اللہ کی کتاب اور اس کے نبی کی سنت۔

(۲)۔ اِقْتَدُوْا بِالَّذَيْنِ مِنْ بَعْدِیْ اَبِیْ بَكْرٍ وَعُمَرَ یعنی میرے بعد ان دو کی پیروی کرنا، ابوبکر اور عمر (ترمذی حدیث: ۳۶۶۲)۔

اس حدیث کے اگلے الفاظ یہ بھی ہیں کہ: عمار سے ہدایت حاصل کرو اور جو تمہیں ابنِ مسعود حدیث بیان کرے اسے سچ مانو (ترمذی حدیث: ۳۷۹۹)۔

(۳)۔ فَاِنَّهُ مَنْ يَعِشْ مِنْكُمْ بَعْدِی فَسَيَرٰی اِخْتِلَافًا كَثِيْرًا فَعَلَيْكُمْ بِسُنَّتِی وَسُنَّةِ الْخُلَفَآءِ الرَّاشِدِيْنَ الْمَهْدِيِّيْنَ ، تَمَسَّكُوا بِهَا وَعَضُّوا عَلَيْهَا بِالنَّوَاجِذِ ، وَاِيَّاكُمْ وَمُحْدَثَاتِ الْاُمُوْرِ ، فَاِنَّ كُلَّ مُحْدَثَةٍ بِدْعَةٌ ، وَكُلَّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ [مسند احمد حديث :١٧١٤٩، ابو داؤد حديث :٤٦٠٧ ، ترمذی حديث :٢٦٧٦ ، ابن ماجة حديث :٤٢]۔ سَنَدُهُ صَحِيْحٌ

ترجمہ: تم میں سے جو میرے بعد زندہ رہا وہ جلد ہی بہت زیادہ اختلافات دیکھے گا۔ تم پر لازم ہے کہ میری سنت اور میرے ہدایت یافتہ خلفاءِ راشدین کی سنت پر عمل کرو۔ اس کے ساتھ چمٹے رہو اور اسے مضبوطی سے پکڑے رکھو۔ نئے نئے کاموں سے بچ کے رہنا۔ ہر نئی چیز بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے۔

(۴)۔ اِنِّی تَرَكْتُ فِيْكُمْ مَا اِنْ اَخَذْتُمْ بِهٖ لَنْ تَضِلُّوا ، كِتَابَ اللّٰهِ وَعِتْرَتِی اَهْلَ بَيْتِی یعنی میں تم میں وہ کچھ چھوڑے جا رہا ہوں کہ اگر تم اسے پکڑے رکھو گے تو کبھی گمراہ نہیں ہو گے۔ اللہ کی کتاب اور میری عترت یعنی میرے اہلِ بیت (ترمذی حدیث: ۳۷۸۶)۔

(۵)۔ رَفَعَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ رَأْسَهُ إِلَى السَّمَاءِ وَكَانَ كَثِيْرًا مِمَّا يَرْفَعُ رَأْسَهُ إِلَى السَّمَاءِ فَقَالَ: اَلنُّجُومُ أَمَنَةٌ لِلسَّمَاءِ فَإِذَا ذَهَبَتِ النُّجُومُ أَتَى السَّمَاءَ مَا تُوعَدُ وَأَنَا أَمَنَةٌ لِأَصْحَابِی فَإِذَا ذَهَبْتُ أَتَى أَصْحَابِی مَا يُوعَدُونَ وَأَصْحَابِی أَمَنَةٌ لِأُمَّتِی فَإِذَا ذَهَبَ أَصْحَابِی أَتَى أُمَّتِی مَا يُوعَدُونَ [مسلم حديث:٦٤٦٦]۔

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے اپنا سر مبارک آسمان کی طرف اٹھایا، آپ ﷺ کثرت سے اپنا سر مبارک آسمان کی طرف اٹھایا کرتے تھے۔ تو فرمایا: ستارے آسمان کے لیے امان ہیں، جب ستاروں کا نکلنا بند ہو جائے گا تو پھر آسمان پر وہی آجائے گا جس کا وعدہ کیا گیا یعنی قیامت۔ اور میں اپنے صحابہ کے لیے امان ہوں، تو جب میں چلا جاؤں گا تو میرے صحابہ پر وہ فتنے آئیں گے جن سے ڈرایا گیا ہے اور میرے صحابہ میری امت کے لیے امان ہیں تو جب میرے صحابہ چلے جائیں گے تو میری امت پر وہ فتنے آن پڑیں گے کہ جن سے ڈرایا جاتا ہے۔

اس کی تائید میں یہ حدیث بھی پڑھ لیجیے! **اَصْحَابِی کَالنُّجُوْمِ فَبِاَیِّهِمْ اقْتَدَیْتُمْ اِهْتَدَیْتُمْ** یعنی میرے صحابہ ستاروں کی طرح ہیں، ان میں سے جس کی پیروی کرو گے ہدایت پاؤ گے (مشکوٰۃ حدیث: ۶۰۱۸)۔

اسی بات کو ایک نئے رنگ میں سمجھایا گیا: **عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو ﷺ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: لَیَاْتِیَنَّ عَلٰی اُمَّتِی کَمَا اَتٰی عَلٰی بَنِی اِسْرَائِیْلَ حَذْوَ النَّعْلِ بِالنَّعْلِ حَتّٰی اِنْ کَانَ مِنْهُمْ مَنْ اَتٰی اُمَّهٗ عَلَانِیَةً لَکَانَ فِی اُمَّتِی مَنْ یَصْنَعُ ذٰلِکَ وَاِنَّ بَنِی اِسْرَائِیْلَ تَفَرَّقَتْ عَلٰی ثِنْتَیْنِ وَسَبْعِیْنَ مِلَّةً وَتَفْتَرِقُ اُمَّتِی عَلٰی ثَلَاثٍ وَسَبْعِیْنَ مِلَّةً، کُلُّهُمْ فِی النَّارِ اِلَّا مِلَّةً وَاحِدَةً ، قَالُوا مَنْ هِیَ یَارَسُوْلَ اللّٰهِ ؟ قَالَ مَا اَنَا عَلَیْهِ وَاَصْحَابِی** [ترمذی حدیث : ۲٦٤۱].

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمرو ﷺ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میری امت پر وہی وقت آئے گا جس طرح بنی اسرائیل پر آیا تھا۔ قدم بہ قدم حتیٰ کہ اگر ان میں سے کوئی ایسا شخص تھا جو اپنی ماں کے پاس اعلانیہ گیا تھا تو میری امت میں بھی ایسا ہوگا جو اسی طرح کرے گا۔ بنی اسرائیل بہتر فرقوں میں تقسیم ہوئے تھے اور میری امت تہتر فرقوں میں تقسیم ہوگی۔ ان میں سے ہر ایک جہنمی ہوگا سوائے ایک ملت کے۔ صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ وہ کون لوگ ہوں گے؟ فرمایا: جس طریقے پر میں ہوں اور میرے صحابہ ہیں۔

ایک حدیث میں مختلف صحابہ کرام علیہم الرضوان کی مختلف علوم وفنون پر مہارت کا

نہایت خوبصورت تذکرہ موجود ہے۔فرمایا:اَرْحَمُ اُمَّتِیْ بِاُمَّتِیْ اَبُوْ بَکْرٍ ، وَ اَشَدُّھُمْ فِیْ اَمْرِ اللّٰہِ عُمَرُ ، وَ اَصْدَقُھُمْ حَیَاءً عُثْمَانُ ، وَ اَقْرَؤُھُمْ لِکِتَابِ اللّٰہِ اُبَیُّ بْنُ کَعْبٍ ، وَاَفْرَضُھُمْ زَیْدُ بْنُ ثَابِتٍ ، وَ اَعْلَمُھُمْ بِالْحَلَالِ وَالْحَرَامِ مَعَاذُ بْنُ جَبَلٍ ، اَلا وَ اِنَّ لِکُلِّ اُمَّۃٍ اَمِیْناً وَ اِنَّ اَمِیْنَ ھٰذِہِ الْاُمَّۃِ اَبُوْ عُبَیْدَۃَ بْنُ الْجَرَّاحِ [ترمذی حدیث :۳۷۹۱، ابن ماجۃ حدیث :۱۵۴، ۱۵۵]۔

ترجمہ: میری امت میں سے اس پر سب سے زیادہ مہربان ابوبکر ہے، اللہ کے معاملے میں سب سے زیادہ سخت عمر ہے، سب سے زیادہ حیاء والا عثمان ہے، سب سے بڑا قاری ابی بن کعب ہے، سب سے زیادہ میراث کا ماہر زید بن ثابت ہے، حلال اور حرام کا سب سے بڑا عالم معاذ بن جبل ہے، خبردار ہر امت کا ایک امین ہوتا ہے اور اس امت کا امین ابوعبیدہ ابن جراح ہے۔

اس حدیث میں حضرت معاذ بن جبل ﷺ کو اَعْلَمُ بِالْحَلَالِ وَالْحَرَامِ فرمایا گیا ہے ایک اور حدیث میں ہے کہ مَعَاذُ بْنُ جَبَلٍ یَجِیْءُ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ اَمَامَ الْعُلَمَآءِ یعنی معاذ بن جبل قیامت کے دن علماء کے آگے آگے آئیں گے (الاستیعاب صفحہ ۶۷۲، صواعقِ محرقہ صفحہ ۷۹)۔

(۶)۔ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمَا قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ اِنَّ اللّٰہَ لَا یَجْمَعُ اُمَّتِی عَلٰی ضَلَالَۃٍ وَیَدُ اللّٰہِ عَلَی الْجَمَاعَۃِ وَمَنْ شَذَّ شُذَّ فِی النَّارِ [ترمذی حدیث :۲۱۶۷]۔ اَلْحَدِیْثُ صَحِیْحٌ غَرِیْبٌ

ترجمہ: حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بے شک اللہ میری امت کو گمراہی پر جمع نہیں کرے گا، اللہ کا ہاتھ جماعت پر ہے۔ جو شاذ ہوا وہ آگ میں گرا دیا گیا۔

اسی مفہوم کی ایک اور حدیث بھی ملاحظہ کریں: عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِکٍ ﷺ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ یَقُوْلُ اِنَّ اُمَّتِی لَا تَجْتَمِعُ عَلٰی ضَلَالَۃٍ فَاِذَا رَأَیْتُمُ الْاِخْتِلَافَ فَعَلَیْکُمْ بِالسَّوَادِ الْاَعْظَمِ [ابن ماجۃ حدیث :۳۹۵۰]۔

ترجمہ: حضرت انس بن مالک ﷺ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: بے شک میری امت گمراہی پر جمع نہیں ہوگی۔ جب تم اختلاف دیکھو تو تم پر لازم ہے کہ

بڑے گروہ کے ساتھ ہو جاؤ۔

الحاصل نبی کریم ﷺ نے اپنے بعد ہم میں قرآن، سنت، ابو بکر و عمر سمیت خلفاء راشدین، تمام اہل بیت، تمام صحابہ کرام کو چھوڑا ہے اور ہمیں امت کے سوادِ اعظم کا پابند کیا ہے۔ ہم ان میں سے کسی ایک سے بھی بے نیاز نہیں ہو سکتے۔ قرآن کے سب سے پہلے جامع سیدنا ابو بکر صدیق ہیں اور احادیث کے سب بڑے راوی سیدنا ابو ہریرہ ہیں رضی اللہ عنہما۔

عظیم ترین شہر علم کے بے شمار دروازے

بے شمار دلائل سے یہ بات بھی ثابت ہے کہ تمام اسلامی تعلیمات کو آگے پھیلانے کا حکم تمام صحابہ کرام کو اجتماعی طور پر اور بہت کو انفرادی طور پر مل چکا ہے۔ دلائل ملاحظہ کریں:

تمام صحابہ کرام کو علم پھیلانے کا اجتماعی حکم

(۱)۔ حضرت ابو سعید خدری ﷛ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے صحابہ سے فرمایا: إِنَّ النَّاسَ لَكُمْ تَبَعٌ ، وَ إِنَّ رِجَالًا يَأْتُونَكُمْ مِنْ أَقْطَارِ الْأَرْضِ يَتَفَقَّهُونَ فِي الدِّيْنِ ، فَإِذَا أَتَوكُمْ فَاسْتَوْصُوا بِهِم خَيْرًا یعنی بے شک لوگ تمہارے تابع ہوں گے۔ لوگ تمہارے پاس زمین کے کونے کونے سے دین کی فقہ حاصل کرنے کیلئے آئیں گے۔ جب وہ تمہارے پاس آئیں تو انہیں اچھی تربیت دینا (ترمذی حدیث: ۲۶۵۰، ابن ماجہ حدیث: ۲۴۹)۔

(۲)۔ عَنِ بْنِ مَسعُودٍ ﷛ قَالَ قَالَ رَسُو لُ اللهِ ﷺ نَضَّرَ اللّٰهُ اِمْرَأً سَمِعَ مَقَالَتِي فَحَفِظَهَا وَوَعَاهَا وَأَدَّاهَا فَرُبَّ حَامِلِ فِقْهٍ غَيرُ فَقِيهٍ وَرُبَّ حَامِلِ فِقْهٍ إِلىٰ مَنْ هُوَ أَفْقَهُ مِنْهُ ، ثَلٰثٌ لَا يُغِلُّ عَلَيهِنَّ قَلْبُ مُسْلِمٍ ، إِخْلَاصُ الْعَمَلِ لِلّٰهِ وَالنَّصِيحَةُ لِلْمُسْلِمِينَ وَلُزُومُ جَمَاعَتِهِمْ ، فَإِنَّ دَعْوَتَهُمْ تُحِيطُ مِن وَرَآءِ هِمْ [مسند احمد حديث :٢١٦٤٥ ، ترمذى حديث :٢٦٥٦ ، ٢٦٥٧ ، ٢٦٥٨ ، ابو داؤد :٣٦٦٠ ، ابن ماجة حديث :٢٣٠ ، ٢٣١ ، ٢٣٢ ، سنن الدارمى:٢٣٤ ، ٢٣٥ ، ٢٣٦]۔

ترجمہ: حضرت ابن مسعود ﷛ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ آباد رکھے اس

شخص کو جس نے میری بات کو سنا اور اسے یاد رکھا اور آگے پہنچا دیا۔ کتنے ہی علمی نکات رٹنے والے ایسے ہوتے ہیں جنہیں ان نکات کی خود کوئی سمجھ نہیں ہوتی اور کتنے ہی علمی نکات جاننے والے ایسے ہوتے ہیں کہ جب وہ بیان کرتے ہیں تو اگلا ان سے زیادہ فقیہ ہوتا ہے۔ تین چیزیں ایسی ہیں جن میں مسلمان کا دل خیانت نہیں کرتا۔ اللہ کی خاطر مخلصانہ عمل، مسلمانوں کی خیر خواہی اور مسلمانوں کی اکثریت کا ساتھ دینا۔ بس بے شک انکی دعوت (کی برکت) ان کی پشت پناہی کرتی ہے۔

(۳)۔ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: تَسْمَعُوْنَ وَيُسْمَعُ مِنْكُمْ، وَيُسْمَعُ مِمَّنْ يَسْمَعُ مِنْكُمْ [مسند احمد: ۲۹۵۱، ابو داؤد: ۳٦۵۹، ابن حبان: ٦۲]۔

ترجمہ: حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم مجھ سے سنتے ہو اور لوگ تم سے سنیں گے، اور جنہوں نے تم سے سنا ہے بعد والے لوگ ان سے سنیں گے۔

(۴)۔ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ بَلِّغُوا عَنِّي وَلَوْ آيَةً [بخاری حدیث: ۳٤٦۱]۔

ترجمہ: حضرت عبداللہ ابن عمرو فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: مجھ سے ایک آیت بھی سنو تو آگے پہنچا دو۔

(۵)۔ لِيُبَلِّغِ الشَّاهِدُ الْغَائِبَ فَإِنَّ الشَّاهِدَ عَسىٰ أَنْ يُبَلِّغَ مَنْ هُوَ أَوْعىٰ لَهٗ مِنْهُ یعنی آج جو لوگ حاضر ہیں وہ ان کو بتا دیں جو موجود نہیں ہیں، ہوسکتا ہے جو آج موجود نہیں وہ زیادہ یاد رکھنے والا ہو (بخاری: ٦۷، مسلم: ۴۳۸۳)۔

(٦)۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: وَاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِيْنَ إِمَامًا یعنی (اللہ کے بندے یہ دعا کرتے ہیں کہ) اے ہمارے رب ہمیں متقین کا امام بنا دے (الفرقان: ۷۴)۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ ہر نسل اپنے بعد والی نسل کے لیے امام اور مقتداء ہے۔ چنانچہ اس آیت کی تفسیر میں حضرت حسن بصری علیہ الرحمہ ارشاد فرماتے ہیں: نَقْتَدِيْ بِالْمُتَّقِيْنَ

وَ يَقْتَدِیْ بِنَا الْمُتَّقُوْنَ یعنی ہم متقین کی اقتداء کرتے ہیں اور بعد والے متقین ہماری اقتداء کریں گے (تفسیر بغوی جلد ۳ صفحہ ۳۴۸)۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: نَقْتَدِیْ بِمَنْ قَبْلَنَا وَ یَقْتَدِیْ بِنَا مَنْ بَعْدَنَا یعنی ہم اپنے سے پہلے والوں کی اقتداء کرتے ہیں اور جولوگ ہمارے بعد ہیں وہ ہماری اقتداء کرتے ہیں۔

جن صحابہ کرام کو علمی خدمات کے لیے نامزد بھی کیا گیا

(۱)۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: چار آدمیوں سے قرآن سیکھو، عبداللہ بن مسعود، معاذ بن جبل، ابی بن کعب اور سالم رضی اللہ عنہم (بخاری حدیث: ۳۷۵۸، مسلم: ۶۳۳۴)۔

(۲)۔ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا: میری امت کے لیے قرآن کی جو تفسیر ابن مسعود ؓ کر دیں میں اس پر راضی ہیں (مستدرک حاکم حدیث: ۵۴۷۴)۔

(۳)۔ جو حدیث تمہیں عبداللہ ابن مسعود بتائے اسے سچ سمجھو وَمَا حَدَّثَكُمْ اِبْنُ اُمِّ عَبْدٍ فَصَدِّقُوْهُ (ترمذی حدیث: ۳۷۹۹، مستدرک حاکم حدیث: ۴۵۰۹)۔

(۴)۔ قرآن مجید کو نبی کریم ﷺ کے زمانے میں چار صحابہ نے جمع کیا: حضرت ابی بن کعب، معاذ بن جبل، زید بن ثابت اور ابو زید رضی اللہ عنہم (بخاری حدیث: ۳۸۱۰، ۵۰۰۳، ۵۰۰۴، مسلم حدیث: ۶۳۴۰، ترمذی حدیث: ۳۷۹۴)۔

(۵)۔ بعد میں قرآن حکیم کو سیدنا صدیق اکبر ؓ نے ایک صحیفے میں جمع کرایا اور یہ سارا کام حضرت زید کے ہاتھوں سے ہوا (بخاری حدیث: ۴۹۸۶)۔

(۶)۔ سیدنا علی مرتضی ؓ فرماتے ہیں کہ: اِنَّ اَعْظَمَ النَّاسِ اَجْراً فِی الْمَصَاحِفِ اَبُوْ بَكْرِ الصِّدِّیْقُ كَانَ اَوَّلَ مَنْ جَمَعَ الْقُرْآنَ بَیْنَ اللَّوْحَیْنِ یعنی بے شک تمام لوگوں میں مصاحف کے معاملے میں سب سے زیادہ اجر پانے والے ابوبکر صدیق ہیں جنھوں نے سب سے پہلے قرآن کو دو لوحوں کے درمیان جمع کیا (فضائل الصحابہ حدیث: ۵۱۳، ۵۱۴، ۲۸۰) اسنادہ حسن۔

(۷)۔ پھر اسکے بعد سیدنا عثمانِ غنی ﷛ نے اسے ایک قرأت پر جمع فرمایا۔ حضرت حذیفہ ﷛ نے جب کچھ لوگوں کو قرأت میں اختلاف کرتے ہوئے دیکھا تو حضرت عثمان سے عرض کیا اے امیر المومنین: اَدْرِکْ ھٰذِہِ الْاُمَّۃِ قَبْلَ اَنْ یَّخْتَلِفُوْا فِی الْکِتَابِ یعنی اے امیر المومنین اس امت کی مدد کو پہنچیں اس سے پہلے کہ یہ کتاب میں اختلاف کریں (بخاری: ۴۹۸۷)۔

(۸)۔ اَنَا دَارُ الْحِکْمَۃِ وَ عَلِیٌّ بَابُھَا رَوَاہُ التِّرْمَذِی وَ قَالَ التِّرْمَذِی غَرِیْبٌ مُنْکَرٌ [ترمذی حدیث: ۳۷۲۳]۔

ترجمہ: میں حکمت کا شہر ہوں اور علی اس کا دروازہ ہے۔

اسی طرح کی ایک مفصل حدیث اس طرح ہے: اَنَا مَدِیْنَۃُ الْعِلْمِ وَاَبُو بَکْرٍ اَسَاسُھَا وَعُمَرُ حِیْطَانُھَا وَعُثْمَانُ سَقْفُھَا وَعَلِیٌّ بَابُھَا یعنی میں علم کا شہر ہوں اور ابو بکر اس کی بنیاد ہے اور عمر اس کی چاردیواری ہے اور عثمان اس کی چھت ہے اور علی اس کا دروازہ ہے (مسند فردوس حدیث: ۱۰۵، صواعق محرقہ صفحہ ۳۴)۔

ان دونوں حدیثوں کی سند کیسی بھی ہو، اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ چاروں اللہ کے پیارے علم کے عظیم دروازے ہیں اور ان سب سے کثرت کے ساتھ علم کا منقول ہونا اس کا واضح ثبوت ہے جس کی تفصیل اوپر گزر چکی ہے اور مزید آگے بیان ہو رہی ہے۔ کسی صحابی کا نام لے کر ان کی کوئی شان بیان کرنے سے دوسروں کی شان کی نفی نہیں ہوتی۔ مثلاً حضرت ابو عبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ امین الامت ہیں (بخاری حدیث: ۳۷۴۵، مسلم حدیث: ۶۲۵۴)۔ اس سے دوسرے صحابہ کے امین ہونے کی نفی مراد نہیں۔ اسی طرح سیدنا امیر حمزہ ﷛ اسد اللہ یعنی شیر خدا ہیں (مستدرک حاکم حدیث: ۴۹۶۱)۔ مگر اس سے دوسرے صحابہ کے شیرِ خدا ہونے کی نفی نہیں ہوتی۔ مزید اس کی مثالیں بے شمار ہیں۔

(۹)۔ نبی کریم ﷺ نے حضرت ابو ہریرہ ﷛ کو حافظہ عطا فرمایا (بخاری حدیث: ۱۱۸، ۱۱۹، ۲۰۴۷، ۲۳۵۰)۔ اور اسی لیے وہ سب سے زیادہ احادیث کے راوی ہیں۔

قَالَ اَبُو ھُرَیْرَۃَ ﷛ یَقُوْلُ النَّاسُ اَکْثَرَ اَبُو ھُرَیْرَۃَ فَلَقِیْتُ رَجُلًا فَقُلْتُ

بِمَا قَرَأَ رَسُولُ اللّٰہِ ﷺ الْبَارِحَۃَ فِی الْعَتَمَۃِ فَقَالَ لَا أَدْرِی فَقُلْتُ لَمْ تَشْهَدْهَا قَالَ بَلَی قُلْتُ لٰكِنْ أَنَا أَدْرِی قَرَأَ سُورَۃَ كَذَا وَ كَذَا [بخاری حدیث :۱۲۲۳]۔

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ: لوگ کہتے ہیں ابو ہریرہ کثرت سے احادیث بیان کرتا ہے، ایک آدمی سے میری ملاقات ہوئی، میں نے اس سے پوچھا گزشتہ رات عشاء کی نماز میں رسول اللہ ﷺ نے کہاں سے قرآن شریف پڑھا تھا؟ اس نے کہا مجھے یاد نہیں، میں نے کہا کیا تم نماز میں موجود نہیں تھے؟ اس نے کہا کیوں نہیں؟ میں نے کہا مجھے یاد ہے آپ ﷺ نے فلاں فلاں سورۃ پڑھی تھی۔

(۱۰)۔ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے وفات کے وقت کہا گیا ہمیں وصیت فرمائیں، فرمایا: چار آدمیوں کے پاس علم تلاش کرنا: ابو درداء، سلمان فارسی، عبد اللہ بن مسعود اور عبد اللہ بن سلام (ترمذی حدیث: ۳۸۰۴)۔

اجتہاد کے لیے قرآن سنت اور ابو بکر و عمر بنیاد ہیں

عَنْ مُعَاذِ بنِ جَبَلٍ رضی اللہ عنہ اَنَّ رَسُولَ اللّٰہِ ﷺ لَمَّا بَعَثَہٗ اِلَی الْیَمَنِ ، قَالَ كَیْفَ تَقْضِی اِذَا عَرَضَ لَکَ قَضَآءٌ؟ قَالَ اَقْضِی بِكِتَابِ اللّٰہِ ، قَالَ فَاِنْ لَمْ تَجِدْ فِی كِتَابِ اللّٰہِ ؟ قَالَ فَبِسُنَّۃِ رَسُولِ اللّٰہِ ﷺ، قَالَ فَاِنْ لَمْ تَجِدْ فِی سُنَّۃِ رَسُولِ اللّٰہِ ، قَالَ اَجْتَهِدُ رَأْیِیْ وَلَا اٰلُو قَالَ فَضَرَبَ رَسُولُ اللّٰہِ ﷺ عَلٰی صَدْرِہٖ وَ قَالَ الْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ وَفَّقَ رَسُولَ رَسُولِ اللّٰہِ لِمَا یَرْضٰی بِہٖ رَسُولُ اللّٰہِ [ترمذی حدیث :۱۳۲۷، ابو داؤد:۳۵۹۲، سنن الدارمی : ۱۷۰]۔

ترجمہ: حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ نے انہیں یمن بھیجا تو فرمایا: جب تمہارے سامنے کوئی مقدمہ آئے گا تو کس طرح فیصلہ کرو گے؟ انہوں نے عرض کیا اللہ کی کتاب سے۔ فرمایا: اگر اللہ کی کتاب میں نہ پاؤ گے تو پھر؟ عرض کیا رسول اللہ ﷺ کی سنت سے۔ فرمایا: اگر رسول اللہ کی سنت میں بھی نہ پاؤ تو پھر؟ عرض کیا پھر اپنی رائے سے اجتہاد کروں

گا اور کوئی کسر نہیں چھوڑوں گا۔

راوی فرماتے ہیں کہ پھر رسول اللہ ﷺ نے ان کے سینے پر ہاتھ مارا۔ اور فرمایا اللہ کا شکر ہے جس نے اللہ کے رسول کے نمائندے کو ایسی بات کی توفیق بخشی جو رسول کو پسند ہے۔

عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بِنِ أَبِي بُرَيْدَةَ ﷺ قَالَ : كَانَ ابْنُ عَبَّاسٍ إِذَا سُئِلَ عَنْ شَيْءٍ فَكَانَ فِي كِتَابِ اللّٰهِ قَالَ بِهِ فَإِنْ لَمْ يَكُنْ فِي كِتَابِ اللّٰهِ وَ كَانَ مِنْ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ فِيهِ شَيْءٌ قَالَ بِهِ فَإِنْ لَمْ يَكُنْ عَنْ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ فِيهِ شَيْءٌ قَالَ بِمَا قَالَ بِهِ أَبُو بَكْرٍ وَ عُمَرَ فَإِنْ لَمْ يَكُنْ لِأَبِي بَكْرٍ وَ عُمَرَ فِيهِ شَيْءٌ قَالَ بِرَأْيِهِ [المستدرك للحاكم حديث : ٤٤٦]۔ صحيح وافقه الذهبي

ترجمہ: حضرت عبید اللہ بن ابی بریدہ ﷺ فرماتے ہیں کہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے جب کوئی مسئلہ پوچھا جاتا تو اگر وہ اللہ کی کتاب میں ہوتا تو آپ کتاب اللہ سے اس کا جواب دیتے اور اگر کتاب اللہ میں موجود نہ ہوتا اور رسول اللہ ﷺ کی سنت میں موجود ہوتا تو آپ اسی سے اس کا جواب دیتے اور اگر رسول اللہ ﷺ سے اس کا جواب منقول نہ ہوتا تو آپ حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کے قول سے جواب دیتے۔ اگر حضرت ابوبکر و عمر کی طرف سے اس مسئلہ کے بارے میں کوئی قول نہ ہوتا تو آپ اپنے اجتہاد کی روشنی میں فیصلہ کرتے۔

سیدنا عبداللہ بن عباس کی طالب علمی کی عظیم داستان

كَانَ ابْنُ عَبَّاسٍ يَأْتِي بَابَ الْأَنْصَارِ لِطَلَبِ الْحَدِيثِ فَيَقْعُدُ عَلَى الْبَابِ حَتّٰى يَخْرُجَ وَلَا يَسْتَأْذِنُ ، فَيَخْرُجُ الرَّجُلُ وَيَقُولُ: يَا ابْنَ عَمِّ رَسُولِ اللّٰهِ لَوْ أَخْبَرْتَنِي ، فَيَقُولُ: هٰكَذَا أُمِرْنَا أَنْ نَطْلُبَ الْعِلْمَ ، وَإِذَا وَقَفَ فَلَا يَنْظُرُ مِنْ شِقِّ الْبَابِ إِذَا كَانَ الْبَابُ مَرْدُوداً۔

ترجمہ: حضرت ابن عباس ﷺ انصار کے دروازوں پر حدیث سیکھنے آتے تھے اور دروازے کے پاس بیٹھ جاتے تھے۔ آپ خود دروازہ نہیں کھٹکھٹاتے تھے جب تک صاحب خانہ خود گھر سے

نہ نکلتا۔ جب صاحبِ خانہ باہر نکلتا تو کہتا اے رسول اللہ ﷺ کے چچازاد بھائی، آپ نے مجھے اطلاع دے دی ہوتی، وہ فرماتے ہمیں اسی طرح علم سیکھنے کا حکم دیا گیا ہے، جب آپ دروازے کے باہر کھڑے رہتے تو اگر دروازہ بند ہوتا تو دروازے کے سوراخ میں سے اندر نہیں دیکھتے تھے (بغوی جلد ۳ صفحہ ۲۸۶)۔

اسی طرح کی ایک حدیث دارمی میں بھی موجود ہے۔ اس میں اضافی الفاظ یہ بھی موجود ہیں کہ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں ان کے دروازے پر چادر بچھا کر لیٹ جاتا تھا اور میرے منہ پر مٹی پڑتی رہتی تھی (دارمی حدیث: ۵۷۴)۔

سیدنا عبداللہ بن عباس صغار صحابہ میں سے ہیں۔ آپ تیرہ برس کے تھے جب نبی کریم ﷺ کا وصال ہوا (الاستیعاب صفحہ ۴۶۵)۔

صحاح ستہ میں سے ہر ایک کتاب میں موجود ہے کہ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ ایک حدیث روایت کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

شَهِدَ عِنْدِی رِجَالٌ مَرْضِيُّونَ وَأَرْضَاهُمْ (اَحَبُّهُمْ كَمَا فِىْ مُسْلِمْ) عِنْدِی عُمَرُ یعنی مجھے پسندیدہ مردانِ خدا نے حدیث بیان کی ہے، اور ان میں سے میرے نزدیک سب سے زیادہ پسندیدہ اور محبوب عمر ہے (بخاری حدیث: ۵۸۱، مسلم حدیث: ۱۹۲۱، ترمذی حدیث: ۱۸۳، ابوداؤد حدیث: ۱۲۷۶، نسائی حدیث: ۵۶۱، ابن ماجہ حدیث: ۱۲۵۰)۔

سیدنا ابنِ عباس رضی اللہ عنہ کے سب سے بڑے استاد سیدنا فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ ہیں۔ سیدنا فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ نے ان سے فرمایا:

مَا ظَنَنْتَ اَنَّ عِنْدِیْ مِنْ عِلْمٍ فَاسْأَلْنِی یعنی جس چیز کے بارے میں تم سمجھو کہ میرے پاس علم ہے تو مجھ سے پوچھ لو (بخاری حدیث: ۴۹۱۳)۔

حضرت فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ فرماتے تھے کہ: ذَاكُمْ فَتَى الْكُهُوْلِ، لَهُ لِسَانٌ سَؤُوْلٌ وَ قَلْبٌ عَقُوْلٌ یعنی یہ بوڑھوں جیسا جوان ہے، جس کی زبان سوال کرنے والی ہے اور دل سمجھ رکھنے والا ہے (مصنف عبدالرزاق حدیث: ۲۰۴۲۸)۔

سیدنا ابن عباس ﷠ فرماتے ہیں: وَجَدْتُ عَامَّةَ عِلْمِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ عِنْدَ هٰذَا الْحَيِّ مِنَ الْاَنْصَارِ یعنی میں نے رسول اللہ ﷺ کا علم کثرت سے انصار سے حاصل کیا۔

نیز فرماتے ہیں: اِنْ كُنْتُ لَاَسْئَلُ عَنِ الْاَمْرِ الْوَاحِدِ ثَلَاثِيْنَ مِنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ یعنی میں ایک ایک مسئلے کے بارے میں نبی کریم ﷺ کے تیس تیس صحابہ کرام سے پوچھا کرتا تھا (سیر اعلام النبلاء جلد ۱ صفحہ ۱۰۸۵)۔ وقال اسنادہ صحیح۔

آپ ﷠ نے نبی کریم ﷺ سے، حضرت عمر، حضرت علی، حضرت معاذ بن جبل اور حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہم سے روایت کیا ہے (اسد الغابہ جلد ۳ صفحہ ۲۲۲)۔

یہی وجہ ہے کہ اہل سنت نے تمام صحابہ اور اہل بیت رضی اللہ عنہم سے بلا تفریق علم حاصل کیا ہے اور سب کو اپنا مقتداء و پیشواء مانا ہے۔

صحابیات میں سب سے بڑی عالمہ

ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اس امت کی خواتین میں سب سے بڑی عالمہ ہیں اور خواتین کے سب سے زیادہ مسائل آپ نے ہی بیان فرمائے ہیں۔ آپ نے بائیس سو دس (۲۲۱۰) احادیث روایت کی ہیں۔

حضرت ابوموسیٰ اشعری ﷠ فرماتے ہیں کہ ہم اصحاب محمد ﷺ پر جب بھی کسی حدیث کے بارے میں کوئی مشکل پیش آتی تو ہم عائشہ سے پوچھتے تھے۔ اس کا حل ہمیشہ عائشہ کے پاس مل جاتا تھا مَا اَشْكَلَ عَلَيْنَا اَصْحَابَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ حَدِيْثٌ قَطُّ فَسَأَلْنَا عَائِشَةَ اِلَّا وَجَدْنَا عِنْدَهَا مِنْهُ عِلْماً (ترمذی حدیث: ۳۸۸۳)۔

☆......☆......☆

باب دوم

تدریس کا شرعی ضابطہ

☆......☆......☆

(۱)۔ مدرسے کا معیار

استاد کا کامل ہونا اور صحیح العقیدہ ہونا

عَنِ ابْنِ سِيرِين رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ قَالَ اِنَّ هٰذَا الْعِلْمَ دِيْنٌ فَانْظُرُوا عَمَّنْ تَاْخُذُونَ دِينَكُمْ [مسلم حديث :٢٦، سنن الدارمی حدیث :٤٢٣، ٤٢٨]۔ وَ رَوَى الدَّيْلِمِي مِثْلَهٗ عَنِ ابنِ عُمر رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ مَرْفُوْعاً

ترجمہ: حضرت محمد بن سیرین رحمت اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ: بے شک یہ علم دین ہے، خوب غور کرلیا کرو تم اپنا دین کس سے حاصل کر رہے ہو؟

عَنِ الْأَحْنَفِ قَالَ قَالَ عُمَرُ تَفَقَّهُوا قَبْلَ أَنْ تُسَوَّدُوا [بخاری کتاب العلم باب الاغتباط فی العلم والحکمۃ ترجمۃ الباب ، سنن الدارمی: ٢٥٦]۔

ترجمہ: حضرت احنف رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: دین کی سمجھ حاصل کرو، اس سے پہلے کہ تمہیں لیڈر بنادیا جائے۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: يَهْدِمُ الْإِسْلَامَ زَلَّةُ الْعَالِمِ وَجِدَالُ الْمُنَافِقِ بِالْكِتَابِ وَحُكْمُ الْاَئِمَّةِ الْمُضِلِّيْنَ [سنن الدارمی حدیث : ٢٢٠]۔

ترجمہ: حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: اسلام کو تین چیزیں منہدم کر دیتی ہیں۔ عالم کا

پھسل جانا اور منافق کا قرآن پڑھ کر بحث کرنا اور گمراہ حکمرانوں کی حکومت۔

(۲)۔نصاب کا کامل ہونا

اسلام کا بنیادی اور اولین نصاب قرآن ہے۔پھر قرآن کا وہ عملی نمونہ جن کے مقدس کردار کو اسوۂ حسنہ قرار دیا گیا اور جن کا اخلاق سراپا قرآن تھا صلی اللہ علیہ وسلم۔باقی تمام علوم انہی کے ماتحت اور انہی کے خادم ہیں۔علمائے کرام اپنے زمانے کے حالات کے تقاضوں کے مطابق نصاب مرتب کر سکتے ہیں۔

(۳)۔شاگردوں میں حصولِ علم کا شوق اور علم کے فضائل

(۱)۔ عَنْ اَنَسٍ ﷛ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ طَلَبُ الْعِلْمِ فَرِيْضَةٌ عَلٰى كُلِّ مُسْلِمٍ وَ وَاضِعُ الْعِلْمِ عِنْدَ غَيْرِ اَهْلِهٖ كَمُقَلِّدِ الْخَنَازِيْرِ الْجَوَاهِرَ وَاللُّؤْلُؤَ وَالذَّهَبَ[ابن ماجة حديث :٢٢٤]۔ اَلْحَدِيْثُ صَحِيْحٌ اِلٰى قَوْلِهٖ ﷺ كُلِّ مُسْلِمٍ

ترجمہ: حضرت انس ﷛ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: علم حاصل کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے۔اور نااہل کے سامنے علم کی بات رکھنے والا ایسے ہے جیسے خنزیر کے گلے میں ہیرے، موتی اور سونا پہنانے والا۔

(۲)۔ عَنْ اَبِىْ بَكْرَةَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ : اُغْدُ عَالِماً اَوْ مُتَعَلِّماً اَوْ مُسْتَمِعاً اَوْ مُحِبًّا وَلَا تَكُنِ الْخَامِسَةَ فَتَهْلِكَ [المعجم الاوسط للطبرانی حديث :٥١٧١]۔

ترجمہ: عالم بن جا، یا طالب علم بن جا، یا علم کی باتیں سننے والا بن جا، یا علم والوں سے محبت کرنے والا بن جا، پانچویں چیز نہ بننا ورنہ ہلاک ہو جاؤ گے۔

(۳)۔ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو ﷛ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ مَرَّ بِمَجْلِسَيْنِ فِىْ مَسْجِدِهٖ فَقَالَ كِلَاهُمَا عَلٰى خَيْرٍ وَّاَحَدُهُمَا اَفْضَلُ مِنْ صَاحِبِهٖ اَمَّا هٰؤُلَاءِ فَيَدْعُوْنَ اللّٰهَ وَيَرْغَبُوْنَ اِلَيْهِ فَاِنْ شَاءَ اَعْطَاهُمْ وَاِنْ شَاءَ مَنَعَهُمْ وَاَمَّا هٰؤُلَاءِ فَيَتَعَلَّمُوْنَ الْفِقْهَ

وَالْعِلْمَ وَيُعَلِّمُوْنَ الْجَاهِلَ فَهُمْ أَفْضَلُ وَإِنَّمَا بُعِثْتُ مُعَلِّماً قَالَ ثُمَّ جَلَسَ فِيْهِمْ [ابن ماجة: ٢٢٩ ، سنن الدارمی : ٣٤٩]۔ فی إسناده ضعيفان : عبد الرحمن بن زياد وعبد الرحمن بن رافع

ترجمہ : حضرت عبداللہ بن عمرو ﷺ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ اپنی مسجد میں دو مجلسوں کے پاس سے گزرے اور فرمایا یہ دونوں اچھا کام کر رہے ہیں، ان میں سے ایک محفل دوسری محفل سے اچھی ہے، ایک محفل والے اللہ سے دعائیں مانگ رہے ہیں اور اسکی طرف رغبت رکھتے ہیں مگر اللہ کی مرضی ہو تو انہیں عطاء کر دے اور اسکی مرضی ہو تو عطاء نہ کرے، جبکہ دوسری محفل والے فقہ اور علم سیکھ رہے ہیں اور جاہلوں کو سکھا رہے ہیں، اس محفل والے افضل ہیں، میں معلم بنا کر ہی بھیجا گیا ہوں، پھر آپ ﷺ اس محفل والوں کے پاس بیٹھ گئے۔

(۴)۔ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ ﷺ قَالَ: تَدَارُسُ الْعِلْمِ سَاعَةً مِنَ اللَّيْلِ خَيْرٌ مِنْ إِحْيَائِهَا یعنی سیدنا ابن عباس ﷺ فرماتے ہیں کہ: رات کو ایک گھڑی پڑھنا پڑھانا ساری رات جاگ کر عبادت کرنے سے بہتر ہے (دارمی، مشکوٰۃ:۲۵۶)۔

(۵)۔ عَنِ الْحَسَنِ بْنِ عَلِيّ اَوِ الْحَسَنِ الْبَصَرِيّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: عَلٰى خُلَفَائِي رَحْمَةُ اللّٰهِ ، قِيْلَ مَنْ خُلَفَائُکَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ ، قَالَ : اَلَّذِيْنَ يُحْيُوْنَ سُنَّتِيْ وَيُعَلِّمُوْنَهَا عِبَادَ اللّٰهِ [رواه ابن عبد البر فی العلم: ٢٢٠]۔

ترجمہ : حضرت حسن بن علی یا حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہم فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میرے خلفاء پر اللہ کی رحمت ہو، عرض کیا گیا یا رسول اللہ آپ کے خلفاء کون ہیں؟ فرمایا: وہ لوگ جو میری سنت کو زندہ کرتے ہیں اور اسے لوگوں کو سکھاتے ہیں۔

(۶)۔ عَنِ الشَّعْبِي: صَلّٰى زَيْدَ بْنُ ثَابِتٍ عَلٰى جَنَازَةٍ فَقُرِبَتْ اِلَيْهِ بَغْلَتُهُ لِيَرْكَبَهَا فَجَاءَ ابْنُ عَبَّاسٍ فَاَخَذَ بِرِكَابِهٖ ، فَقَالَ زَيْدٌ : خَلِّ عَنْهُ يَابْنَ عَمِّ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ : هٰكَذَا اُمِرْنَا اَنْ نَفْعَلَ بِالْعُلَمَاءِ وَ الْكُبَرَاءِ ، فَقَبَّلَ زَيْدُ بْنُ ثَابِتٍ يَدَهٗ وَ قَالَ : هٰكَذَا اُمِرْنَا اَنْ نَفْعَلَ بِاَهْلِ بَيْتِ نَبِيِّنَا ﷺ [طبرانی : ٤٧٤٦، مستدرك حاكم

: ۵۸۸۱، ۵۸۸۵ ، احیاء العلوم صفحہ ٦٧]۔

ترجمہ: امام شعبی تابعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ایک مرتبہ حضرت زید بن ثابت ﷺ نے کسی کی نمازِ جنازہ پڑھی، اسکے بعد ان کا خچران کے قریب لایا گیا تا کہ اس پر سوار ہوں، اتنے میں سیدنا ابن عباس ﷺ تشریف لائے اور ان کی رکاب پکڑ لی، حضرت زید نے فرمایا: اے رسول اللہ ﷺ کے چچا کے بیٹے! رکاب چھوڑ دیں، حضرت ابن عباس نے فرمایا: ہمیں اسی طرح علماء اور بزرگوں کا احترام کرنے کا حکم دیا گیا ہے، حضرت زید بن ثابت نے فرمایا: ہمیں اسی طرح اپنے نبی ﷺ کے اہل بیت کا احترام کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔

(۷)۔ وَعَنْ كَثِيرِ بنِ قَيسٍ قَالَ كُنتُ جَالِسًا مَعَ اَبِي الدَّردآءِ فِي مَسْجِدِ دِمَشْقَ فَجَآءَهُ رَجُلٌ ، فَقَالَ يَا اَبَا الدَّردَآءِ اِنِّي جِئتُكَ مِنْ مَدِينَةِ الرَّسُولِ ﷺ لِحَدِيثٍ بَلَغَنِي اَنَّكَ تُحَدِّثُهُ عَنْ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ مَا جِئتُ لِحَاجَةٍ ، قَالَ فَاِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ يَقُولُ مَنْ سَلَكَ طَرِيقًا يَطْلُبُ فِيهِ عِلْماً اَسْلَكَ اللّٰهُ بِهٖ طَرِيقًا مِن طُرُقِ الْجَنَّةِ وَاِنَّ الْمَلَائِكَةَ لَتَضَعُ اَجْنِحَتَهَا رِضاً لِطَالِبِ الْعِلْمِ ، وَاِنَّ الْعَالِمَ يَسْتَغْفِرُ لَهُ مَن فِي السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ وَالْحِيْتَانِ فِيْ جَوفِ الْمَآءِ ، وَاِنَّ فَضْلَ الْعَالِمِ عَلَى الْعَابِدِ كَفَضْلِ الْقَمَرِ لَيْلَةَ الْبَدرِ عَلٰى سَائِرِ الْكَوَاكِبِ ، وَاِنَّ الْعُلَمَآءَ وَرَثَةُ الْاَنْبِيَآءِ لَمْ يُوَرِّثُوا دِينَارًا وَلَا دِرْهَمًا وَاِنَّمَا وَرَّثُوا الْعِلْمَ فَمَنْ اَخَذَهُ اَخَذَ بِحَظٍّ وَافِرٍ [ترمذی حدیث :٢٦٨٢ ، ابو داؤد حدیث: ٣٦٤١ ، ابن ماجة حدیث :٢٢٣، مسند احمد حدیث:٢١٧٧٣، سنن الدارمی حدیث :٣٤٧]۔

ترجمہ: حضرت کثیر ابنِ قیس فرماتے ہیں کہ میں حضرت ابو درداء ﷺ کے پاس دمشق کی مسجد میں بیٹھا ہوا تھا۔ ان کے پاس ایک آدمی آیا۔ کہنے لگا اے ابو درداء میں آپ کے پاس مدینۃ الرسول ﷺ سے ایک حدیث کی خاطر آیا ہوں۔ میں نے سنا ہے آپ وہ حدیث رسول اللہ ﷺ سے روایت کرتے ہیں۔ میں کسی اور کام سے نہیں آیا۔ انہوں نے فرمایا میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ: جس نے علم حاصل کرنے کے لیے سفر کیا، اللہ تعالیٰ اسے جنت کے

راستوں میں سے ایک راستے پر چلائے گا۔اور بے شک فرشتے طالب علم کی رضا کے لیے اپنے پر بچھاتے ہیں۔اور بے شک آسمانوں اور زمین کی ہر چیز اور پانی کے اندر مچھلیاں عالم کے لیے استغفار کرتی ہیں۔اور بے شک عالم کی فضیلت عابد پر ایسی ہے جیسے چودھویں کے چاند کی فضیلت تمام ستاروں پر ہوتی ہے۔اور بے شک علماء،انبیاء کے وارث ہیں وہ دینار اور درہم کے وارث نہیں ہوتے بلکہ علم کے وارث ہوتے ہیں۔جس نے اسے حاصل کرلیا اسے وافر حصہ نصیب ہوا۔

☆......☆......☆

(۲)۔داخلہ کی شرائط

خلوص نیت

عَنْ كَعْبِ بنِ مَالِكٍ ﷺ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ مَنْ طَلَبَ العِلْمَ لِيُجَارِيَ بِهِ العُلَمَآءَ اَوْلِيُمَارِيَ بِهِ السُّفَهَآءَ اَوْيَصرِفَ بِه وُجُوهَ النَّاسِ اِلَيْهِ اَدْخَلَهُ اللّٰهُ النَّارَ [ترمذی حدیث رقم:٢٦٥٤]۔

ترجمہ: حضرت کعب بن مالک ﷺ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے علم اسلیے حاصل کیا کہ علماء کو اپنے پاس بٹھائے یا بے وقوفوں سے بحث کرے، یا لوگوں کو اپنی طرف متوجہ کرے، اللہ اسے آگ میں داخل کرے گا۔

عَنِ ابْنِ عُمَرَ ﷺ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ مَنْ تَعَلَّمَ عِلْماً لِغَيْرِ اللّٰهِ أَوْ أَرَادَ بِهِ غَيْرَ اللّٰهِ فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ (ترمذی:٢٦٥٥)۔

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمر ﷺ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جس نے اللہ کی رضا کی علاوہ کسی اور مقصد کیلئے علم حاصل کیا یا کسی اور مقصد کا ارادہ کیا وہ اپنا ٹھکانا جہنم میں بنالے۔

وَعَن اَبِي هُرَيْرَةَ ﷺ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ يَقُولُ اِنَّ اَوَّلَ النَّاسِ يُقْضیٰ يَومَ القِيَامَةِ عَلَيْهِ رَجُلٌ اسْتُشْهِدَ ، فَاُتِيَ بِهِ فَعَرَّفَهُ نِعَمَهُ فَعَرَّفَهَا ، قَالَ فَمَا

عَمِلتَ فِيهَا ؟ قَالَ قَاتَلْتُ فِيكَ حَتَّى اسْتُشْهِدْتُ ، قَالَ كَذَبْتَ وَلٰكِنَّكَ قَاتَلْتَ لِاَنْ يُقَالَ جَرِئٌ فَقَدْ قِيلَ ثُمَّ اُمِرَ بِهٖ فَسُحِبَ عَلٰى وَجْهِهٖ حَتّٰى اُلْقِيَ فِي النَّارِ وَ رَجُلٌ تَعَلَّمَ الْعِلْمَ وَعَلَّمَهُ وَقَرَءَ الْقُرْآنَ ، فَاُتِيَ بِهٖ فَعَرَّفَهُ نِعَمَهُ فَعَرَفَهَا ، قَالَ فَمَا عَمِلْتَ فِيهَا ؟ قَالَ تَعَلَّمْتُ الْعِلْمَ وَعَلَّمْتُهُ وَقَرَأْتُ فِيكَ الْقُرْآنَ ، قَالَ كَذَبْتَ وَلٰكِنَّكَ تَعَلَّمْتَ الْعِلْمَ لِيُقَالَ عَالِمٌ وَقَرَأْتَ الْقُرْآنَ لِيُقَالَ هُوَ قَارِئٌ فَقَدْ قِيلَ ، ثُمَّ اُمِرَ بِهٖ فَسُحِبَ عَلٰى وَجْهِهٖ حَتّٰى اُلْقِيَ فِي النَّارِ ، وَ رَجُلٌ وَسَّعَ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاَعْطَاهُ مِنْ اَصْنَافِ الْمَالِ كُلِّهٖ ، فَاُتِيَ بِهٖ فَعَرَّفَهُ نِعَمَهُ فَعَرَفَهَا ، قَالَ فَمَا عَمِلْتَ فِيهَا ؟ قَالَ مَا تَرَكْتُ مِنْ سَبِيلٍ تُحِبُّ اَنْ يُنْفَقَ فِيهَا اِلَّا اَنْفَقْتُ فِيهَا لَكَ ، قَالَ كَذَبْتَ وَلٰكِنَّكَ فَعَلْتَ لِيُقَالَ هُوَ جَوَادٌ فَقَدْ قِيلَ ثُمَّ اُمِرَ بِهٖ فَسُحِبَ عَلٰى وَجْهِهٖ ثُمَّ اُلْقِيَ فِي النَّارِ [مسلم حديث :٤٩٢٣، نسائی حديث :٣١٣٧]۔

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کوفرماتے ہوئے سنا: تمام لوگوں سے پہلے جس شخص کے بارے میں فیصلہ دیا جائے گا وہ ایک شہید ہونے والا آدمی ہوگا۔ اسے لایا جائے گا۔ اللہ اسے اپنی نعمتیں یاد دلائے گا۔ وہ اعتراف کرے گا۔ فرمائے گا تم نے دنیا میں کیا عمل کیا۔ وہ کہے گا میں نے تیری راہ میں جہاد کیا حتیٰ کہ میں شہید کر دیا گیا۔ فرمائے گا تم نے جھوٹ بولا ہے۔ بلکہ تم اس لیے لڑے تھے کہ تمہیں بہادر کہا جائے اور وہ کہا گیا۔ پھر اس کے بارے میں حکم دیا جائے گا۔ اسے منہ کے بل گھسیٹا جائے گا۔ حتیٰ کہ آگ میں ڈال دیا جائے گا۔ اور ایک آدمی جس نے علم سیکھا اور سکھایا اور قرآن پڑھا۔ اسے لایا جائے گا اسے اپنی نعمتیں یاد دلائے گا۔ وہ اعتراف کرے گا۔ فرمائے گا تم نے دنیا میں کیا عمل کیا۔ وہ کہے گا میں نے علم سیکھا اور سکھایا اور تیری خاطر قرآن پڑھا۔ فرمائے گا تم نے جھوٹ بولا ہے۔ بلکہ تم نے علم اسلیے حاصل کیا کہ تمہیں عالم کہا جائے اور تم نے قرآن پڑھا تا کہ تمہیں قاری کہا جائے اور وہ کہا گیا۔ پھر اسکے بارے میں حکم دیا جائے گا۔ اسے منہ کے بل گھسیٹا جائے گا حتیٰ کہ آگ میں ڈال دیا جائے گا اور ایک آدمی جسے اللہ نے وسعت دی تھی اور اسے ہر طرح کی دولت سے نوازا تھا۔ اسے لایا

جائے گا۔ اللہ اسے اپنی نعمتیں یاد دلائے گا۔ وہ اعتراف کرے گا۔ فرمائے گا تم نے دنیا میں کیا عمل کیا۔ وہ کہے گا میں نے کوئی ایسا راستہ نہیں چھوڑا جس میں خرچ کرنا تجھے پسند ہو اور میں نے اس میں تیری خاطر خرچ نہ کیا ہو۔ فرمائے گا تم نے جھوٹ بولا۔ بلکہ تم نے اسلیے خرچ کیا تھا کہ تجھے سخی کہا جائے اور وہ کہا گیا۔ پھر اسکے بارے میں حکم دیا جائے گا۔ اسے منہ کے بل گھسیٹا جائے گا پھر آگ میں ڈال دیا جائے گا۔

علم حاصل کرنے کے لیے عمر کی قید نہیں

صحابہ کرام علیہم الرضوان میں سے مثلاً سیدنا علی المرتضی ﷛ نے دس سال، سیدنا انس بن مالک ﷛ نے نو یا دس سال، سیدنا معاذ بن جبل ﷛ نے اٹھارہ سال، سیدنا صدیق اکبر ﷛ نے اڑتیس سال کی عمر میں اسلام قبول کیا اور علم سیکھنا شروع کر دیا۔

حبیب کریم ﷺ کے وصال شریف کے وقت مثلاً حسنین کریمین رضی اللہ عنہما سات آٹھ سال کے تھے، حضرت عبداللہ بن عباس ﷛ تیرہ سال کے تھے، اور حضرت عبداللہ بن عمر ﷛ بیس سال کے تھے۔ ان تمام اللہ کے پیاروں نے مختلف عمروں میں اور مختلف حالات میں علم حاصل کیا۔

علم حاصل کرنے کے لیے ملک اور شہر کی پابندی نہیں

اللہ کریم ارشاد فرماتا ہے: وَمَا كَانَ الْمُؤْمِنُونَ لِيَنْفِرُوا كَافَّةً فَلَوْلَا نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِنْهُمْ طَائِفَةٌ لِيَتَفَقَّهُوا فِي الدِّينِ وَلِيُنْذِرُوا قَوْمَهُمْ إِذَا رَجَعُوا إِلَيْهِمْ لَعَلَّهُمْ يَحْذَرُونَ (التوبۃ: ۱۲۲)۔

ترجمہ: اور یہ تو نہیں ہو سکتا کہ سارے کے سارے مسلمان ایک ساتھ نکل کھڑے ہوں، تو ایسا کیوں نہ ہوا کہ ان میں سے ہر طبقے سے کچھ لوگ نکل پڑتے، تا کہ دین کی فقہ حاصل کرتے اور جب واپس آتے تو اپنی قوم کو اللہ کا خوف دلاتے تا کہ وہ گناہوں سے بچتے رہیں۔

عَنْ اَنَسٍ ﷺ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ :اُطْلُبُوا الْعِلْمَ وَلَوْ بِالصِّيْنَ

[اخرجه ابن عدی: ۹۶۳، والبیھقی فی المدخل: ۳۲۴، والشعب: ۱۶۶۳]۔
وقال البیھقی فی شعب الایمان: الحدیث شبه مشھور و اسنادہ ضعیف، وقد روی من اوجه کلھا ضعیفة۔

ترجمہ: حضرت انس بن مالک ﷺ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: علم حاصل کرو، خواہ چین میں ہو۔

☆......☆......☆
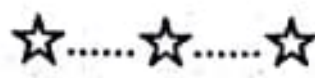
(۳)۔طالب علم کے فرائض

استاد کا ادب

سیدنا علی المرتضیٰ ﷺ نے فرمایا: اِنَّ مِنْ حَقِّ الْعَالِمِ اَنْ لَا تُكْثِرَ عَلَيْهِ السُّوَالَ وَلَا تُعْنِتَهُ فِي الْجَوَابِ ، وَاَنْ لَا تُلِحَّ عَلَيْهِ اِذَا اَعْرَضَ، وَلَا تَاْخُذَ بِثَوْبِهِ اِذَا كَسَلَ، وَلَا تُشِيْرَ اِلَيْهِ بِيَدِكَ ، وَاَنْ لَا تَغْمِزَهُ بِعَيْنَيْكَ ، وَاَنْ لَا تَسْئَلَ فِي مَجْلِسِهِ ، وَاَن لَا تَطْلُبَ زَلَّتَهُ ، وَاِنْ زَلَّ تَاْتَيْتَ اَوْبَتَهُ وَقَبِلْتَ فَيْئَتَهُ ، وَاَن لَا تَقُولَ قَالَ فُلَانٌ خِلَافَ قَوْلِكَ وَاَنْ لَا تُفْشِيَ لَهُ سِرًّا ، وَاَن لَا تَغْتَابَ عِنْدَهُ اَحَداً ، وَاَنْ تَحْفَظَهُ شَاهِداً وَغَائِباً ، وَاَنْ تَعُمَّ الْقَوْمَ بِالسَّلَامِ وَاَنْ تَخُصَّهُ بِالتَّحِيَّةِ ، وَاَنْ تَجْلِسَ بَيْنَ يَدَيْهِ وَاِنْ كَانَتْ لَهُ حَاجَةٌ سَبَقْتَ الْقَومَ اِلٰى خِدْمَتِهِ ، وَاَنْ لَا تَمَلَّ مِنْ طُولِ صُحْبَتِهِ ، اِنَّمَا هُوَ كَالنَّخْلَةِ تُنْتَظَرُ مَتٰى يَسْقُطُ عَلَيْكَ مِنْهَا مَنْفَعَةٌ ، وَاَنَّ الْعَالِمَ بِمَنْزِلَةِ الصَّائِمِ الْمُجَاهِدِ فِي سَبِيْلِ اللّٰهِ ، فَاِذَا مَاتَ الْعَالِمُ اِنْثَلَمَتْ فِي الْاِسْلَامِ ثَلْمَةٌ لَا تُسَدُّ اِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ ، وَطَالِبُ الْعِلْمِ يُشَيِّعُهُ سَبْعُونَ اَلْفاً مِنْ مُقَرَّبِي السَّمَاءِ

ترجمہ: عالم کا ادب اس طرح کرو کہ اس پر زیادہ سوال نہ کرو اور اسے مت تھکاؤ، جب اس کی

طبیعت مائل نہ ہو تو اس کے پاس مت بیٹھو، جب وہ تھک جائے تو اس کا کپڑا مت کھینچو، اپنے ہاتھ کے ساتھ اس کی طرف اشارہ مت کرو، اپنی آنکھوں سے اس کے ساتھ باتیں مت کرو، اس کے خطاب کے دوران اس پر سوال نہ کرو، اس کی غلطیاں تلاش مت کرو، اگر اس سے غلطی ہو جائے تو اس سے فوری درگزر کرو، اسے یہ مت کہو کہ فلاں آپ کے قول کے خلاف کہتا ہے، اس کا کوئی راز فاش نہ کرو، اس کے سامنے کسی کی غیبت نہ کرو، اس کے سامنے اور اس کی غیر موجودگی میں اس کا تحفظ اور دفاع کرو، دوسرے لوگوں کو الگ سلام کہو اور اسے خصوصی سلام کہو، اسکے سامنے بیٹھو اور اگر اسے کوئی ضرورت ہو تو سب لوگ اسکی خدمت کے لیے بھاگ پڑیں، اس کی صحبت میں زیادہ دیر بیٹھنے سے مت اکتاؤ اس لیے کہ وہ کھجور کے درخت کی طرح ہے خدا جانے کب اس سے پھل گر پڑے، عالم روزہ دار مجاہد کی طرح ہے، جب عالم فوت ہو جاتا ہے تو اسلام میں ایک سوراخ ہو جاتا ہے جو قیامت تک بھر نہیں سکتا، ستر ہزار مقرب فرشتے طالب علم کے نام کو شہرت دیتے ہیں (کنز العمال حدیث: ۲۹۵۰۶)۔

وَكَانَ ابْنُ عَبَّاسٍ يَأْتِي بَابَ الْاَنْصَارِ لِطَلَبِ الْحَدِيثِ فَيَقْعُدُ عَلَى الْبَابِ حَتّٰى يَخْرُجَ وَلَا يَسْتَأْذِنُ ، فَيَخْرُجُ الرَّجُلُ وَيَقُولُ: يَا ابْنَ عَمِّ رَسُولِ اللّٰهِ لَوْ اَخْبَرْتَنِي ، فَيَقُولُ :هٰكَذَا اُمِرْنَا اَنْ نَطْلُبَ الْعِلْمَ ، وَاِذَا وَقَفَ فَلَا يَنْظُرُ مِنْ شِقِّ الْبَابِ اِذَا كَانَ الْبَابُ مَرْدُوداً یعنی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ انصار کے دروازوں پر حدیث سیکھنے آتے تھے اور دروازے کے پاس بیٹھ جاتے تھے۔ آپ خود دروازہ نہیں کھٹکھٹاتے تھے جب تک صاحب خانہ خود گھر سے نہ نکلتا۔ جب صاحب خانہ باہر نکلتا تو کہتا اے رسول اللہ ﷺ کے چچا زاد بھائی، آپ نے مجھے اطلاع دے دی ہوتی، وہ فرماتے ہمیں اسی طرح علم سیکھنے کا حکم دیا گیا ہے، جب آپ دروازے کے باہر کھڑے رہتے تو اگر دروازہ بند ہوتا تو دروازے کے سوراخ میں سے اندر نہیں دیکھتے تھے (بغوی جلد ۳ صفحہ ۲۸۶)۔

اسی طرح کی ایک حدیث دارمی میں بھی موجود ہے۔ اس میں اضافی الفاظ یہ بھی موجود ہیں کہ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں ان کے دروازے پر چادر بچھا کر لیٹ جاتا

تھا اور میرے منہ پر مٹی پڑتی رہتی تھی (دارمی حدیث: ۵۷۴)۔

حضرت لقمان علیہ السلام نے اپنے بیٹے کو وصیت فرمائی کہ: یَا بُنَیَّ جَالِسِ الْعُلَمَاءَ وَزَاحِمْهُمْ بِرُكْبَتَيْكَ ، فَإِنَّ اللّٰهَ يُحْيِي الْقُلُوبَ بِنُورِ الْحِكْمَةِ ، كَمَا يُحْيِي اللّٰهُ الْأَرْضَ الْمَيْتَةَ بِوَابِلِ السَّمَاءِ یعنی اے بیٹے علماء کے پاس بیٹھ، اور اپنے گھٹنے ٹیک کر ان کے سامنے جا، بے شک اللہ تعالی دلوں کو نور حکمت سے زندہ کرتا ہے جیسا کہ بنجر زمین کو آسمان کے پانی سے زندہ کرتا ہے (موطا امام مالک حدیث نمبر ۱۸۲۸)۔

نوٹ بک میں لکھتے جانا

عَنْ أَمِيرِ الْمُؤْمِنِينَ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ ﷺ أَنَّهُ قَالَ : قَيِّدُوا الْعِلْمَ بِالْكِتَابِ[المستدرك للحاكم : ٣٦٣]۔ صحيح على شرط مسلم ووافقه الذهبی

ترجمہ: حضرت امیر المومنین عمر بن خطاب ﷺ سے روایت ہے کہ فرمایا: علم کو تحریر کے ذریعے محفوظ کرو۔

طلباء کا اسباق کا دور کرنا اور استاد بھائیوں سے مدد لینا

عَنِ ابْنِ عَمْرٍو ﷺ قَالَ إِذَا أَرَادَ أَحَدُكُمْ أَنْ يَرْوِيَ حَدِيثًا ، فَلْيَرُدَّهُ ثَلَاثًا [سنن الدارمی حدیث :٦١٣]۔

ترجمہ: حضرت ابن عمرو ﷺ فرماتے ہیں کہ جب تم میں سے کوئی شخص حدیث کو روایت کرنا چاہے تو چاہیے کہ اسے تین بار دوہرا لے۔

وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا ، قَالَ إِذَا سَمِعْتُمْ مِنَّا حَدِيثًا ، فَتَذَاكَرُوهُ بَيْنَكُمْ[سنن الدارمی حدیث :٦١١]۔

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ جب تم لوگ ہم سے حدیث سنو تو اسے آپس میں سن سنا لیا کرو۔

وَعَنْ أَبِي سَعِيدِ الْخُدْرِيِّ ﷺ قَالَ تَذَاكَرُوا الْحَدِيثَ فَإِنَّ الْحَدِيثَ

يُهَيِّجُ الْحَدِيثَ[سنن الدارمی حدیث : ٦٠٠]۔

ترجمہ: حضرت ابوسعید خدری ﷺ فرماتے ہیں کہ حدیث کو آپس میں دوہرالیا کرو۔ بے شک ایک حدیث دوسری حدیث کو کھینچتی ہے۔

طلباء کارات کے وقت اور خصوصاً صبح سویرے کچھ دیر مطالعہ کرنا بہت مفید ہوتا ہے۔

سیدنا ابن عباس ﷺ فرماتے ہیں کہ: تَدَارُسُ الْعِلْمِ سَاعَةً مِنَ اللَّيْلِ خَيْرٌ مِنْ إِحْيَائِهَا یعنی رات کو ایک گھڑی پڑھنا پڑھانا ساری رات جاگ کر عبادت کرنے سے بہتر ہے (دارمی، مشکوٰۃ:٢٥٦)۔

وَعَنِ الشَّعْبِي قَالَ كَانَ سِتَّةٌ مِنْ اَصْحَابِ مُحَمَّدٍ ﷺ يَتَذَاكَرُونَ الْعِلْمَ ، مِنْهُمْ عَلِيُّ بْنُ اَبِي طَالِبٍ ، وَاُبَيٌّ ، وَاَبُو مُوسٰى عَلىٰ حِدَةٍ ، وَعُمَرُ ، وَزَيْدٌ ، وَابْنُ مَسْعُودٍ ﷺ [كتاب الآثار صفحة ٨٦٦]۔صَحِيْحٌ

ترجمہ: حضرت شعبی فرماتے ہیں کہ محمد کریم ﷺ کے صحابہ میں سے چھ افراد علمی مذاکرات کرتے تھے۔ان میں حضرت علی بن ابی طالب، حضرت اُبی، حضرت ابوموسیٰ کسی حد تک، حضرت عمر، حضرت زید اور حضرت ابن مسعود ﷺ شامل ہیں۔

☆......☆......☆

(۴)۔طریقہ تدریس

حلقہ بنا کر بیٹھنا

قَالَ أَبُو الدَّرْدَاءِ ﷺ كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ إِذَا جَلَسَ وَجَلَسْنَا حَوْلَهُ

[ابو داؤد حديث : ٤٨٥٤]۔

ترجمہ: حضرت ابودرداء ﷺ فرماتے ہیں کہ: رسول اللہ ﷺ جب بیٹھتے تو ہم آپ کے اردگرد بیٹھتے تھے۔

وَعَنْ اَبِی حَنِیفَةَ قَالَ وُلِدْتُ سَنَةَ ثَمَانِینَ وَحَجَجْتُ مَعَ اَبِی سَنَةَ سِتٍ وَتِسْعِینَ وَاَنَا ابْنُ سِتُ عَشَرَةَ سَنَةً، فَلَمَّا دَخَلْتُ الْمَسْجِدَالْحَرَامَ وَرَأَیْتُ حَلْقَةً عَظِیمَةً ، فَقُلْتُ لِاَبِی حَلْقَةُ مَنْ هٰذِهِ ؟ فَقَالَ حَلْقَةُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الحَارِثِ بنِ جَزْءِ الزُّبَیْدِیّ صَاحِبِ النَّبِیّ ﷺ فَتَقَدَّمْتُ فَسَمِعْتُهُ یَقُولُ ، سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ یَقُولُ مَنْ تَفَقَّهَ فِی دِیْنِ اللّٰهِ کَفَاهُ اللّٰهُ تَعَالیٰ مُهِمَّهُ وَرَزَقَهُ مِنْ حَیْثُ لَا یَحْتَسِبُ [مسند امام اعظم صفحة ۲۰]۔

ترجمہ: حضرت امام ابوحنیفہ علیہ الرحمہ فرماتے ہیں: میں اُسی (۸۰) ہجری میں پیدا ہوا اور میں نے اپنے والد کیساتھ چھیانوے ہجری میں حج ادا کیا۔ میں اس وقت سولہ برس کا جوان تھا۔ جب میں مسجد حرام میں داخل ہوا تو میں نے ایک عظیم حلقہ دیکھا۔ میں نے اپنے والد ماجد سے عرض کیا یہ کس کا حلقہ ہے؟ انہوں نے فرمایا: صحابیٔ رسول عبداللہ بن حارث بن جزء زبیدی کا۔ میں شوقِ زیارت میں جلدی سے آگے بڑھا۔ میں نے انہیں فرماتے ہوئے سنا میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: جس نے دین کی فقہ حاصل کی اللہ اسکی تمام مہمات حل کردے گا اور اسے وہاں سے رزق دے گا جہاں سے وہ سوچ بھی نہیں سکتا۔

ہر جگہ ہر وقت پڑھانے کے لیے تیار

پڑھانے والے استاد کا مستعد ہونا اور طلباء کا ہمہ وقت اپنے استاد کی طرف رجوع کرنا تعلیمی ادارے کی اصل بنیاد ہے، خواہ کوئی عمارت موجود ہو یا نہ ہو۔ طلب علم کا وہ صادق جذبہ ہی تھا کہ صحابہ کرام علیہم الرضوان نے سفر و حضر میں، گلی کوچوں میں، جنگ اور امن میں، سواریوں پر بیٹھ کر اور بستر پر لیٹ کر، مسجد میں جا کر اور گھروں میں بیٹھ کر، دیس میں رہ کر اور پردیس میں جا کر علم حاصل کیا۔

ہجرت سے پہلے دار ارقم اور ہجرت کے بعد مسجد نبوی اور صفہ نامی چبوترے پر صحابہ کرام کو تربیت دی جاتی تھی اور عصر حاضر کی طرح کلاس روم کا سسٹم نہیں تھا۔ شاید اسی معنی میں

روسو نے کہہ دیا کہ علم سیکھنے کے لیے کسی نصاب اور مدرسہ کی ضرورت نہیں۔

وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُودٍ ﷺ قَالَ عَلَّمَنَا رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ التَّشَهُّدَ كَمَا يُعَلِّمُنَا السُّورَةَ مِنَ الْقُرْآنِ [مسلم حديث :٨٩٧ ، بخاری حديث :٨٣١، ابو داؤد :٩٦٨ ، ترمذى :١١٠٥، نسائی حديث :١١٦٣]۔

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن مسعود ﷺ نے فرمایا کہ ہمیں رسول اللہ ﷺ نے تشہد اس طرح سکھایا جس طرح قران کی سورۃ سکھاتے تھے۔

عَنْ جَابِرٍ ﷺ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ يُعَلِّمُنَا الْاِسْتِخَارَةَ فِي الْأُمُورِ كَمَا يُعَلِّمُنَا السُّورَةَ مِنَ الْقُرْآنِ [بخاری حديث :٦٣٨٢، ترمذی حديث :٤٨٠، ابو داؤد حديث :١٥٣٨، نسائی حديث :٣٢٥٣]۔

ترجمہ: حضرت جابر ﷺ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ اہم کاموں کے لیے استخارہ اس طرح سکھاتے تھے جیسے قرآن کی سورت سکھاتے تھے۔

قَالَ ابْنُ عُمَرَ: تَعَلَّمَ عُمَرُ الْبَقَرَةَ فِي اثْنَتَيْ عَشَرَةَ سَنَةً ، فَلَمَّا تَعَلَّمَهَا نَحَرَ جَزُوراً .

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمر ﷺ فرماتے ہیں کہ: حضرت عمر ﷺ نے بارہ سال میں سورۃ بقرہ کی تعلیم حاصل کی، جب مکمل کر چکے تو اونٹ ذبح کیا (سیر اعلام النبلاء جلد ا صفحہ ۵۲۱)۔

تعلیم میں تدراج

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: كُونُوا رَبَّانِيِّينَ یعنی ربانی بن جاؤ (آل عمران:۷۹)۔

ربانی وہ ہوتا ہے جو بڑے بڑے علمی مسائل سمجھانے سے پہلے چھوٹے چھوٹے اور بنیادی مسائل سمجھائے وَيُرَبُّونَ الْمُتَعَلِّمِينَ بِصِغَارِ الْعُلُومِ قَبْلَ كِبَارِهَا (تفسیر بغوی جلد ا صفحہ ۳۷۵)۔ اس طرح بنیادی اور فرض عین علم کی تکمیل ہو جاتی ہے۔ اور اس سے اگلے علوم کی طرف جانے والے طلباء کی بنیاد مضبوط ہو جاتی ہے۔

بچہ جب کچھ سیکھنے کے قابل ہو جائے تو اسے کلمہ طیبہ، ایمان مجمل و مفصل اور نماز سکھائی جائے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: سات سال کے بچے کو نماز کا حکم دو۔ جب دس سال کا ہو جائے تو نماز نہ پڑھنے پر اسے مارو۔ اور اس عمر میں انہیں الگ الگ بستروں پر سلاؤ (ابو داؤد حدیث: ۴۹۵، ترمذی حدیث: ۴۰۷)۔

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ لَمَّا بَعَثَ النَّبِيُّ ﷺ مُعَاذَ بنَ جَبَلٍ نَحْوَ اَهْلِ الْيَمَنِ قَالَ لَهٗ اِنَّكَ تَقْدَمُ عَلٰى قَوْمٍ مِن اَهلِ الكِتَابِ فَلْيَكُنْ اَوَّلَ مَا تَدعُوهُمْ اِلٰى اَنْ يُوَحِّدُوا اللّٰهَ، فَاِذَا عَرَفُوا ذٰلِكَ فَاَخْبِرْهُم اَنَّ اللّٰهَ فَرَضَ عَلَيهِم خَمسَ صَلَوَاتٍ فِي يَومِهِم وَلَيلَتِهِم، فَاِذَا صَلُّوا فَاَخبِرْهُم اَنَّ اللّٰهَ افْتَرَضَ عَلَيهِمْ زَكٰوةً فِي اَمْوَالِهِمْ تُوخَذُ مِن غَنِيِّهِمْ فَتُرَدُّ عَلٰى فَقِيرِهِمْ فَاِذَا اَقَرُّوا بِذٰلِكَ فَخُذْ مِنْهُمْ وَتَوَقَّ كَرَائِمَ اَمْوَالِ النَّاسِ [بخاری حدیث: ۷۳۷۲]۔

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ جب نبی کریم ﷺ نے معاذ بن جبل کو اہل یمن کی طرف بھیجا تو ان سے فرمایا تم اہلِ کتاب قوم کی طرف جا رہے ہو۔ پس پہلی چیز جس کی طرف تم انہیں دعوت دو یہ ہے کہ وہ لوگ اللہ کی توحید کو مانیں، پھر جب وہ اسے سمجھ جائیں تو انہیں بتانا کہ اللہ نے دن رات میں ان پر پانچ نمازیں فرض کی ہیں۔ پھر جب وہ نماز پڑھنے لگ جائیں تو انہیں بتانا کہ اللہ نے ان پر انکے مال میں سے زکوٰۃ فرض کی ہے۔ جو ان کے امیر سے لی جائے اور غریب کو دی جائے۔ پھر جب وہ لوگ اس کا اقرار کر لیں تو ان سے زکوٰۃ وصول کرو اور لوگوں کا اچھا اچھا مال نہ چن لینا۔

سوال کرنے کی اجازت

وَعَنْ جَابِرٍ ﷺ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: لَا يَنْبَغِي لِلْعَالِمِ اَن يَّسْكُتَ عَلٰى عِلْمِهٖ، وَلَا يَنْبَغِيْ لِلْجَاهِلِ اَن يَّسْكُتَ عَلٰى جَهْلِهٖ، قَالَ اللّٰهُ جَلَّ ذِكْرُهٗ: (فَسْئَلُوا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ[المعجم الاوسط للطبرانی: ۵۳۶۵]۔

ترجمہ: حضرت جابر ؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: عالم کو زیب نہیں دیتا کہ علم ہوتے ہوئے بتانے سے خاموش رہے، اور جاہل کو زیب نہیں دیتا کہ جاہل ہوتے ہوئے پوچھنے سے خاموش رہے، اللہ تعالیٰ جل ذکرہٗ نے فرمایا: اہل علم سے پوچھ لو اگر تم نہیں جانتے۔

مَنْ سُئِلَ عَنْ عِلْمٍ ثُمَّ كَتَمَهُ أُلْجِمَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ بِلِجَامٍ مِنْ نَارٍ (ابوداؤد حدیث: ۳۶۵۸، ترمذی حدیث: ۲۶۴۹)۔

ترجمہ: جس سے علم کے بارے میں سوال کیا گیا پھر اس نے اسے چھپایا تو ایسے شخص کو قیامت کے دن آگ کی لگام دی جائے گی۔

وَ عَنْ جَابِرٍ ؓ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ إِنَّمَا شِفَاءُ الْعِيِّ السُّوَالُ [ابو داؤد حديث :۳۳۷ ، ابن ماجة حديث :۵۷۲ ، دار قطنی حديث :۷۲۳ ، السنن الكبرىٰ للبيهقی ۱/۲۲۷]۔ اَلْحَدِيْثُ حَسَنٌ

ترجمہ: حضرت جابر ؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جہالت کے مرض کا واحد علاج سوال ہے۔

سوال کا غلط جواب نہ دیں

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُودٍ ؓ قَالَ يَا أَيُّهَا النَّاسُ مَنْ عَلِمَ شَيْئًا فَلْيَقُلْ بِهِ وَمَنْ لَمْ يَعْلَمْ فَلْيَقُلِ اللّٰهُ أَعْلَمُ فَإِنَّ مِنَ الْعِلْمِ أَنْ يَقُولَ لِمَا لَا يَعْلَمُ اللّٰهُ أَعْلَمُ قَالَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ لِنَبِيِّهِ : قُلْ مَا أَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ أَجْرٍ وَمَا أَنَا مِنَ الْمُتَكَلِّفِيْنَ [بخاری حديث : ۴۸۰۹]۔

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن مسعود ؓ فرماتے ہیں: اے لوگو! جس شخص کو کسی بات کا علم ہو تو وہ بے شک بولے، اور جو نہ جانتا ہو اسے چاہیے کہ کہے: واللہ اعلم۔ کسی عالم کے علم کی شان یہ ہے کہ اگر اسے کوئی مسئلہ معلوم نہ ہو تو اپنی لاعلمی کا اعتراف کرتے ہوئے کہے: واللہ اعلم۔

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ ؓ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ اِتَّقُوا الْحَدِيْثَ عَنِّي إِلَّا مَا عَلِمْتُمْ

فَمَنْ كَذَبَ عَلَيَّ مُتَعَمِّداً فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ وَمَنْ قَالَ فِي الْقُرْآنِ بِرَأْيِهِ فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ [سنن الترمذی حدیث :۲۹۵۱]۔

ترجمہ: حضرت عبداللہ ابن عباس ؓ نے نبی کریم ﷺ سے روایت کیا کہ فرمایا: میری حدیث بیان کرتے وقت سخت احتیاط کرو، وہی بات کہو جس کا تمہیں صحیح صحیح علم ہو، جس نے میرے بارے میں جان بوجھ کر جھوٹ بولا وہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں سمجھ لے۔

طالب علم اگر کوئی سوال کرے تو استاد کو چاہیے کہ اس کے بارے میں بدگمانی نہ کرے اور اسے شرارت پر محمول نہ کرے۔ بلکہ اگر کسی سوال کا جواب وقتی طور پر استاد کے ذہن میں نہ بھی ہو تو اسے چاہیے کہ اس کا جواب آئندہ کسی وقت تک موقوف کردے۔ شاگردوں کی تربیت اس طرز پر کی جائے کہ اگر استاد کو کسی سوال کا جواب نہ آتا ہو تو وہ اپنے استاد سے بدگمان نہ ہوں۔ انہیں معلوم ہونا چاہیے کہ ہر سوال کا جواب ہر عالم کو ہر وقت معلوم اور مستحضر نہیں ہوتا۔ طالب علم سے یوں بھی کہا جا سکتا ہے کہ بیٹا اس سوال کا جواب فلاں کتاب میں تم بھی دیکھنا اور میں بھی دیکھ لوں گا، انشاء اللہ اگلے روز اسے خوب سمجھیں گے۔ جس استاد نے اپنے طلباء کی تربیت اسی نہج پر کی ہو اور انہیں بیٹا کہہ کر بلاتا ہو، اسے اس قسم کی اخلاقی پیچیدگیوں کا سامنا نہیں کرنا پڑتا۔

خود سوال کر کے طلباء میں تجسس پیدا کرنا

عَنْ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ إِنَّ مِنَ الشَّجَرِ شَجَرَةً لَا يَسْقُطُ وَرَقُهَا وَإِنَّهَا مَثَلُ الْمُسْلِمِ فَحَدِّثُونِي مَا هِيَ فَوَقَعَ النَّاسُ فِي شَجَرِ الْبَوَادِي قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ وَوَقَعَ فِي نَفْسِي أَنَّهَا النَّخْلَةُ فَاسْتَحْيَيْتُ ثُمَّ قَالُوا حَدِّثْنَا مَا هِيَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ قَالَ هِيَ النَّخْلَةُ (بخاری:۶۱، مسلم:۷۰۹۸)۔

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمر فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک دن سوال کیا کہ ایسا کون سا درخت ہے جسکے پتے کسی موسم میں نہیں جھڑتے، وہ درخت مسلمان کی طرح ہے، مجھے بتاؤ وہ کون سا درخت ہے؟ لوگ جنگل کے درختوں کے بارے میں غور کرنے لگے۔ میرے دل میں آیا

کہ یہ کھجور کا درخت ہے، مگر میں شرماتا رہا۔ پھر سب نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ ہی بتایئے وہ کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا وہ کھجور کا درخت ہے۔

سَئَلَ عُمَرُ اَصْحَابَ النَّبِيِّ ﷺ: مَا تَقُولُونَ فِي(إِذَا جَاءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ وَرَأَيْتَ النَّاسَ يَدْخُلُونَ فِي دِينِ اللّٰهِ أَفْوَاجًا) حَتّٰى خَتَمَ السُّورَةَ فَقَالَ بَعْضُهُمْ أُمِرْنَا أَنْ نَحْمَدَ اللّٰهَ وَنَسْتَغْفِرَهُ إِذَا نُصِرْنَا وَفُتِحَ عَلَيْنَا وَقَالَ بَعْضُهُمْ لَا نَدْرِي أَوْ لَمْ يَقُلْ بَعْضُهُمْ شَيْئًا فَقَالَ لِي يَا ابْنَ عَبَّاسٍ أَكَذَاكَ تَقُولُ قُلْتُ لَا قَالَ فَمَا تَقُولُ قُلْتُ هُوَ أَجَلُ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ أَعْلَمَهُ اللّٰهُ لَهُ (إِذَا جَاءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ) فَتْحُ مَكَّةَ فَذَاكَ عَلَامَةُ أَجَلِكَ (فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَاسْتَغْفِرْهُ إِنَّهُ كَانَ تَوَّابًا) قَالَ عُمَرُ مَا أَعْلَمُ مِنْهَا إِلَّا مَا تَعْلَمُ [بخاری حدیث: ٤٢٩٤، ترمذی حدیث:٣٣٦٢]۔

ترجمہ: ایک مرتبہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے تمام صحابہ کی علمی مجلس کے دوران سب سے پوچھا آپ اس آیت کی تفسیر میں کیا کہتے ہیں: جب اللہ کی مدد اور (اس کی) فتح آ جائے۔ اور آپ لوگوں کو دیکھ لیں کہ وہ اللہ کے دین میں جوق درجوق داخل ہو جائیں۔ حتیٰ کہ حضرت عمر نے سورت ختم کی، ان بزرگوں میں سے کسی نے کہا: ہم کو یہ حکم دیا گیا ہے کہ جب ہماری مدد کی جائے اور ہم کو فتح عطا کی جائے تو ہم اللہ تعالیٰ کی حمد کریں اور اس سے استغفار کریں اور کسی نے کہا: ہم نہیں جانتے اور کسی نے کچھ بھی نہیں کہا، پھر حضرت عمر نے مجھ سے کہا: اے ابن عباس! کیا تم بھی اسی طرح کہتے ہو؟ میں نے کہا نہیں! اور عمر نے کہا: پھر تم کیا کہتے ہو؟ میں نے کہا: اس آیت میں رسول اللہ ﷺ کی زندگی کی مدت بیان کی گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو یہ خبر دی ہے کہ جب آپکے پاس اللہ کی مدد اور اسکی فتح آ جائے اور فتح سے مراد فتح مکہ ہے تو یہ آپ کی زندگی پوری ہونے کی علامت ہے، سو آپ اپنے رب کی حمد کے ساتھ اس کی تسبیح پڑھیں اور اس سے مغفرت طلب کریں بے شک وہ بہت توبہ قبول فرمانے والا ہے، حضرت عمر نے کہا: میں اس آیت کی تفسیر میں اتنا ہی جانتا ہوں جتنا تم جانتے ہو۔

سمجھا سمجھا کر پڑھانا

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ كَانَ كَلَامُ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ كَلَامًا فَصْلًا يَفْهَمُهُ كُلُّ مَنْ سَمِعَهُ [ابوداؤد حدیث : ۴۸۳۹، ترمذی حدیث : ۳۶۳۹، شمائل ترمذی صفحہ: ۱۶۰]۔

ترجمہ: ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کا کلام جدا جدا الفاظ کے ساتھ ہوتا تھا، جسے ہر سننے والا سمجھ لیتا تھا۔

عَنْ أَبِي سَلَّامٍ عَنْ رَجُلٍ خَدَمَ النَّبِيَّ ﷺ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ إِذَا حَدَّثَ حَدِيثًا أَعَادَهُ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ [ابو داؤد حدیث : ۳۶۵۳]۔

ترجمہ: حضرت ابوسلام نے نبی کریم ﷺ کے ایک خادم سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ جب بات کرتے تھے تو اسے تین بار دوہراتے تھے۔

نقشے (ڈایاگرام) سے سمجھانا

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ ﷺ قَالَ خَطَّ النَّبِيُّ ﷺ خَطًّا مُرَبَّعًا وَخَطَّ خَطًّا فِي الْوَسَطِ خَارِجًا مِنْهُ وَخَطَّ خُطَطًا صِغَارًا إِلَى هٰذَا الَّذِي فِي الْوَسَطِ مِنْ جَانِبِهِ الَّذِي فِي الْوَسَطِ وَقَالَ هٰذَا الْإِنْسَانُ وَهٰذَا أَجَلُهُ مُحِيطٌ بِهِ أَوْ قَدْ أَحَاطَ بِهِ وَهٰذَا الَّذِي هُوَ خَارِجٌ أَمَلُهُ وَهٰذِهِ الْخُطَطُ الصِّغَارُ الْأَعْرَاضُ فَإِنْ أَخْطَأَهُ هٰذَا نَهَشَهُ هٰذَا وَإِنْ أَخْطَأَهُ هٰذَا نَهَشَهُ هٰذَا [بخاری حدیث :۶۴۱۷، ترمذی حدیث :۲۴۵۴]۔

ترجمہ: حضرت عبداللہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ایک مربع خط بنایا اور اسکے درمیان میں ایک خط بنایا جو مربع سے خارج تھا اور اس مربع کے وسط میں چھوٹے چھوٹے خطوط بنائے مربع کی جانب سے وسط میں، آپ نے فرمایا: یہ انسان ہے اور یہ اسکی اجل موت اس کا احاطہ کرنے والی یا فرمایا: اس کا احاطہ کر چکی ہے، اور یہ خط جو اس مربع سے خارج ہے یہ اسکی امید ہے اور یہ چھوٹے چھوٹے خطوط دنیاوی مشکلات ہیں، اگر وہ ایک مشکل سے نکل جائے تو دوسری

مشکل اسکوڈس لیتی ہے۔اور اگر وہ اس سے نکل جائے تو یہ مشکل اس کوڈس لیتی ہے۔

وَعَنِ ابنِ مَسْعُودٍ ﷺ قَالَ : خَطَّ لَنَا رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ خَطًّا ، ثُمَّ قَالَ : هٰذَا سَبِيلُ اللّٰهِ ، ثُمَّ خَطَّ خُطُوطًا عَن يَمِينِهِ وَعَنْ شِمَالِهِ وَ قَالَ هٰذِهِ سُبُلٌ عَلىٰ كُلِّ سَبِيلٍ مِنْهَا شَيْطَانٌ يَدْعُو اِلَيْهِ وَقَرَأَ اِنَّ هٰذَا صِرَاطِي مُسْتَقِيماً فَاتَّبِعُوهُ الآية [مسند احمد حديث:٤٤٣٦ ، سنن الدارمي حديث :٢٠٨]۔

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن مسعود ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمارے لیے زمین پر خط کھینچا۔ پھر فرمایا: یہ اللہ کا راستہ ہے۔ پھر اسکے دائیں بائیں بہت سے خط کھینچے اور فرمایا یہ وہ راستے ہیں جن میں سے ہر ایک پر شیطان ہے جو اس راستے کی طرف بلاتا ہے۔ پھر آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی: ''یہ میرا سیدھا راستہ ہے اس کی اتباع کرو''۔

شاگردوں کو اولاد کی طرح سمجھنا

استاد روحانی باپ ہوتا ہے اور استاد پر لازم ہے کہ شاگردوں کو اپنی اولاد کی طرح سمجھے اور شاگردوں پر لازم ہے کہ استاد کو اپنا روحانی باپ سمجھیں۔ استاد اور شاگرد میں دوستوں کی طرح بے تکلفی جائز نہیں۔ استاد پر لازم ہے کہ اس فاصلے کو قائم رکھے مگر اس کے ساتھ ساتھ پدری شفقت ومحبت کو بھی زائل نہ ہونے دے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اِنَّمَا اَنَا لَكُمْ بِمَنْزِلَةِ الْوَالِدِ اُعَلِّمُكُمْ یعنی بے شک میں تمہارے لیے بمنزلہ والد کے ہوں، تمہیں علم سکھاتا ہوں (ابوداؤد حدیث:۸،نسائی حدیث:۴۰،ابن ماجہ حدیث:۳۱۳)۔

یہی حدیث نقل کرتے ہوئے امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ استاد کی ذمہ داری ہے اور اس کا وظیفہ ہے کہ شاگردوں کو اپنی اولاد کی طرح سمجھے وَاَنْ يُجْرِيَهُمْ مَجْرىٰ بَنِيهِ (احیاءالعلوم صفحہ ۴۷)۔

پردہ پوشی

استاد کو چاہیے کہ اپنے طالب علموں کی غلطی پر انہیں حسب ضرورت تنبیہ کرے لیکن

خواہ مخواہ ان کے عیب تلاش نہ کرے، جہاں تک ہو سکے ان کی پردہ پوشی کرے، کسی شاگرد کی کمزوریاں اور عیب اس کی غیر موجودگی میں دوسرے طلباء کے سامنے بیان نہ کرے ورنہ طلباء میں نفرت پھیلے گی اور وہ اپنے استاد سے بدگمان ہوں گے۔

کبھی مار کبھی پیار

إِنَّ النَّبِيَّ ﷺ نَهَى عَنْهَا وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ وَكُنْتُ أَضْرِبُ النَّاسَ مَعَ عُمَرَ بْنِ الخَطَّابِ عَنْهَا [بخاری حدیث:۱۲۳۳]۔

ترجمہ: نبی کریم ﷺ نے عصر کے بعد نوافل پڑھنے سے منع فرمایا اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں اور عمر بن خطاب اس وقت نفل پڑھنے والوں کو مارتے تھے۔

عَنْ عِكْرَمَةَ قَالَ: كَانَ ابْنُ عَبَّاسٍ يَضَعُ فِي رِجْلَيَّ الْكَبْلَ وَيُعَلِّمُنِي الْقُرْآنَ وَالسُّنَنَ یعنی حضرت عکرمہ فرماتے ہیں کہ حضرت ابن عباس مجھے بیڑیاں پہنا کر قرآن اور سنت پڑھاتے تھے (سنن دارمی حدیث:۵۵۷)۔

وَعَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رضی اللہ عنہ قَالَ بَيْنَمَا نَحْنُ فِي الْمَسْجِدِ مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ إِذْ جَآءَ أَعْرَابِيٌّ فَقَامَ يَبُولُ فِي الْمَسْجِدِ فَقَالَ اَصْحَابُ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ مَهْ مَهْ، قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ لَا تُزْرِمُوهُ دَعُوهُ فَتَرَكُوهُ حَتّٰى بَالَ، ثُمَّ اَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ دَعَاهُ فَقَالَ لَهُ إِنَّ هٰذِهِ الْمَسَاجِدَ لَاتَصْلُحُ لِشَيْءٍ مِنْ هٰذَا الْبَوْلِ وَلَا الْقَذَرِ وَإِنَّمَا هِيَ لِذِكْرِ اللّٰهِ وَالصَّلٰوةِ وَقِرَاءَةِ الْقُرَانِ اَوْ كَمَا قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ قَالَ فَاَمَرَ رَجُلاً مِنَ الْقَوْمِ فَجَآءَ بِدَلْوٍ مِنْ مَّاءٍ فَشَنَّهُ عَلَيْهِ [مسلم حدیث :٦٦١، بخاری حدیث :٢١٩، ٦٠٢٥، ٦١٢٨، نسائی :٥٣، ابن ماجة حدیث :٥٢٨]۔

ترجمہ: آپ رضی اللہ عنہ ہی سے روایت ہے کہ فرمایا: ایک مرتبہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ مسجد میں موجود تھے کہ اتنے میں ایک دیہاتی آیا اور مسجد میں پیشاب کرنے لگ گیا۔ رسول اللہ ﷺ کے صحابہ نے کہا رک جا، رک جا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اسکا پیشاب نہ روکو۔ اسے چھوڑ دو۔ انہوں نے اسے

چھوڑ دیا حتیٰ کہ وہ پیشاب سے فارغ ہو گیا۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے اسے بلایا اور فرمایا یہ مسجدیں اس پیشاب جیسی چیزوں کیلئے نہیں ہوتیں اور نہ ہی نجاست کیلئے ہوتی ہیں۔ یہ تو اللہ کے ذکر کیلئے، نماز کیلئے اور قرآن پڑھنے کیلئے ہوتی ہیں۔ یا جیسے بھی رسول اللہ ﷺ نے اسے سمجھایا۔ پھر آپ ﷺ نے حاضرین میں سے ایک آدمی کو حکم دیا، وہ پانی کا ایک ڈول لایا اور اس پر بہا دیا۔

عصری علوم پر تخصص

عَنْ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ ؓ قَالَ أَمَرَنِي رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ أَنْ أَتَعَلَّمَ لَهُ كِتَابَ يَهُودَ قَالَ إِنِّي وَاللّٰهِ مَا آمَنُ يَهُودَ عَلٰى كِتَابٍ قَالَ فَمَا مَرَّ بِيْ نِصْفُ شَهْرٍ حَتّٰى تَعَلَّمْتُهُ لَهُ قَالَ فَلَمَّا تَعَلَّمْتُهُ كَانَ إِذَا كَتَبَ إِلٰى يَهُودَ كَتَبْتُ إِلَيْهِمْ وَإِذَا كَتَبُوا إِلَيْهِ قَرَأْتُ لَهُ كِتَابَهُمْ .

ترجمہ: حضرت زید بن ثابت ؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے حکم دیا کہ میں یہودیوں کی کتاب سیکھوں اور فرمایا کہ اللہ کی قسم میں یہودیوں پر انکی کتاب کے معاملے میں اعتماد نہیں کرتا، آدھا مہینہ بھی نہیں گزرا تھا کہ میں نے اسے سیکھ لیا۔ جب میں سیکھ چکا تو آپ ﷺ جب بھی یہودیوں کی طرف کوئی تحریر بھیجتے تو میں وہ تحریر لکھتا تھا اور جب ان کی طرف سے کوئی تحریر آتی تو میں ہی اسے پڑھتا تھا۔

وَ عَنْهُ قَالَ أَمَرَنِي رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ أَنْ أَتَعَلَّمَ السُّرْيَانِيَّةَ (ترمذی: ۲۷۱۵)۔

ترجمہ: حضرت زید ہی فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے سریانی زبان سیکھنے کا حکم دیا۔

اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ باطل کا مقابلہ کرنے کے لیے عربی کے علاوہ دیگر زبانیں سیکھنا ضروری ہے، بلکہ دراصل یہ فرض کفایہ ہے۔

(۵)۔ امتحانات

أَخْبَرَنَا الْقَاسِمُ بْنُ كَثِيرٍ قَالَ سَمِعْتُ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ شُرَيْحٍ يُحَدِّثُ عَنْ عَمِيرَةَ أَنَّهُ سَمِعَهُ يَقُولُ إِنَّ رَجُلاً قَالَ لِابْنِهِ اذْهَبِ اطْلُبِ الْعِلْمَ، فَخَرَجَ

فَغَابَ عَنْهُ مَا غَابَ ثُمَّ جَاءَهُ فَحَدَّثَهُ بِأَحَادِيثَ فَقَالَ لَهُ أَبُوهُ يَا بُنَيَّ اذْهَبْ فَاطْلُبِ الْعِلْمَ ، فَغَابَ عَنْهُ أَيْضاً زَمَاناً ثُمَّ جَاءَهُ بِقَرَاطِيسَ فِيهَا كُتُبٌ فَقَرَأَهَا عَلَيْهِ فَقَالَ لَهُ أَبُوهُ هَذَا سَوَادٌ فِي بَيَاضٍ فَاذْهَبِ اطْلُبِ الْعِلْمَ ، فَخَرَجَ فَغَابَ عَنْهُ مَا غَابَ ثُمَّ جَاءَهُ فَقَالَ لِأَبِيهِ سَلْنِي عَمَّا بَدَا لَكَ، فَقَالَ لَهُ أَبُوهُ أَرَأَيْتَ لَوْ أَنَّكَ مَرَرْتَ بِرَجُلٍ يَمْدَحُكَ وَمَرَرْتَ بِآخَرَ يَعِيبُكَ ،قَالَ إِذاً لَمْ أَلُمِ الَّذِي يَعِيبُنِي وَلَمْ أَحْمَدِ الَّذِي يَمْدَحُنِي ، قَالَ أَرَأَيْتَ لَوْ مَرَرْتَ بِصَفِيحَةٍ قَالَ أَبُو شُرَيْحٍ لاَ أَدْرِي أَمِنْ ذَهَبٍ أَوْ وَرِقٍ ، فَقَالَ إِذاً لَمْ أُهَيِّجْهَا وَلَمْ أَقْرَبْهَا .فَقَالَ اذْهَبْ فَقَدْ عَلِمْتَ[سنن الدارمی حدیث:۳۹۲]۔

ترجمہ: حضرت عمیرہ فرماتے ہیں کہ:ایک آدمی نے اپنے بیٹے سے کہا: جاؤعلم حاصل کرو۔ وہ لڑکا چلا گیا اور کچھ عرصہ غائب رہا۔ جب واپس آیا تو اس نے اپنے والد کے سامنے کچھ احادیث بیان کیں۔اسکے والد نے کہا: جاؤعلم حاصل کرو۔وہ لڑکا دوبارہ کچھ عرصہ غائب رہا۔ پھر وہ کچھ کاغذات لیکر واپس آیا جس میں تحریریں تھیں۔اسکے والد نے اسے کہا: یہ محض سفید کاغذوں پر کالی سیاہی ہے۔جاؤعلم حاصل کرو۔وہ لڑکا پھر چلا گیا۔پھر تیسری بار جب واپس آیا تو اپنے والد سے کہنے لگا: آپ جو چاہیں مجھ سے پوچھ لیں۔والد نے کہا بتاؤ اگر تم کسی ایسے آدمی کے پاس سے گزرو جو تمہاری تعریف کرے اور دوسرے آدمی کے پاس سے گزرو جو تمہارے عیب بیان کرے تو تم کیا کرو گے؟ لڑکے نے کہا: اس صورتِ حال میں عیب بیان کرنیوالے کا برا نہیں مناؤں گا اور تعریف کرنیوالے پر خوش نہیں ہوں گا۔پھر والد نے کہا: اگر تم سونے یا چاندی کا ٹکڑا زمین پر گرا ہوا پاؤ تو پھر کیا کرو گے؟ لڑکے نے کہا: میں اسے نہیں اٹھاؤں گا بلکہ اسکے قریب بھی نہیں جاؤں گا۔والد نے کہا جاؤ! اب تم علم سیکھ چکے ہو۔

عَنِ ابْنِ عُمَرَ ﷺ قَالَ لاَ يَكُونُ الرَّجُلُ عَالِماً حَتَّىٰ لاَ يَحْسُدَ مَنْ فَوْقَهُ وَلاَ يَحْقِرَ مَنْ دُونَهُ وَلاَ يَبْتَغِي بِعِلْمِهِ ثَمَناً[سنن الدارمی حدیث :۲۹۵]۔

ترجمہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ کوئی آدمی عالم نہیں ہوسکتا جب تک اپنے

سے اوپر والے پر حسد نہیں چھوڑتا، اپنے سے نیچے والے کو حقیر سمجھنا نہیں چھوڑتا اور اپنے علم سے دولت کمانا نہیں چھوڑتا۔

عَنْ مُجَاهِدٍ ﷺ قَالَ إِنَّمَا الْفَقِيهُ مَنْ يَخَافُ اللّٰهَ [سنن الدارمی حدیث : ۳۰۱]۔

ترجمہ: حضرت مجاہد ﷺ نے فرمایا: فقیہ وہ ہے جو اللہ سے ڈرتا ہو۔

معلوم ہوا کہ جس کے نفس کی اصلاح نہیں ہوئی وہ عالم نہیں بنا خواہ اس نے کتنی ہی کتابیں حفظ کر لی ہوں۔ اصلاح نفس کے بغیر درسی کتابیں پڑھ لینے والا ایسا ہی ہے جیسے علم کے بغیر قرآن یاد کر لینے والا نابینا حافظ۔ علم کی صحیح برکات کا اندازہ حضور سیدنا قطب الاقطاب شیخ عبدالقادر جیلانی قدس اللہ تعالیٰ سرہ الاقدس کے اس فرمان سے لگائیے:

دَرَسْتُ الْعِلْمَ حَتّٰی صِرْتُ قُطْباً
وَ نِلْتُ السَّعْدَ مِنْ مَوْلَی الْمَوَالِیْ

ترجمہ: میں علم پڑھتا رہا حتیٰ کہ میں قطب بن گیا۔ اور میں آقاؤں کے آقا جل شانہ کی طرف سے سعادت مندی کو پہنچ گیا۔

باب سوم

بعثتِ نبوی ﷺ کے مقاصد

☆......☆......☆

فحاشی کا خاتمہ ... جہالت کا خاتمہ ... گمراہ کن شاعری کا خاتمہ

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

قَالَ اللّٰهُ تَعَالىٰ: هُوَ الَّذِي بَعَثَ فِي الْأُمِّيِّينَ رَسُولًا مِنْهُمْ يَتْلُو عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَإِنْ كَانُوا مِنْ قَبْلُ لَفِي ضَلَالٍ مُبِينٍ (الجمعہ:۲)۔

ترجمہ: وہی ہے جس نے امی لوگوں میں انہی میں سے عظمت والے رسول کو بھیجا وہ ان پر اس کی آیتیں پڑھتے ہیں اور انہیں پاک کرتے ہیں اور انہیں کتاب وحکمت سکھاتے ہیں اور بے شک وہ لوگ ایمان لانے سے پہلے ضرور کھلی گمراہی میں تھے۔

اس آیت میں اللہ کریم جل شانہ نے اپنے حبیب ﷺ کے دنیا میں جلوہ افروز ہونے سے پہلے لوگوں کو کھلی گمراہی (ضَلَالٍ مُبِينٍ) میں پڑے ہونے کا ذکر فرمایا ہے۔

حضور کریم ﷺ سے پہلے گمراہی کی تین مختلف اقسام جاری تھیں جن کی اصلاح کے لیے آپ ﷺ کو مبعوث کیا گیا۔ گمراہی کی وہ تین اقسام مندرجہ ذیل ہیں۔

(۱)۔ فحاشی (۲)۔ جہالت (۳)۔ گمراہ کن شاعری

گمراہی کی ان تین اقسام میں سے ہر ایک پر ہم باری باری بحث کریں گے۔ اور غور کریں گے کہ زمانہ جہالت کی جن خرابیوں کو حبیب کریم ﷺ نے تشریف لا کر درست کیا تھا آج ہم دوبارہ انہی میں مبتلا تو نہیں ہو رہے؟

(۱)۔فحاشی

(۱)۔ حبیب کریم ﷺ کے زمانۂ اقدس سے پہلے قریش کا یہ وطیرہ تھا کہ کعبہ شریف کا طواف ننگے ہوکر کرتے تھے۔

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہ قَالَ : كَانَتْ قُرَيْشٌ يَطُوفُونَ بِالْبَيْتِ وَ هُمْ عُرَاةٌ يَصْفِرُونَ وَ يَصْفِقُونَ یعنی سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ قریش کے لوگ ننگے ہوکر کعبے کا طواف کرتے تھے اور سیٹیاں بجاتے تھے اور تالیاں بجاتے تھے (تفسیر ابن جریر حدیث: ۱۲۴۴۳، تفسیر بغوی جلد ۲ صفحہ ۲۲۰)۔

قرآن مجید ان کی اس حرکت پر تنقید کرتے ہوئے یوں ارشاد فرماتا ہے:

وَمَا كَانَ صَلَاتُهُمْ عِنْدَ الْبَيْتِ إِلَّا مُكَاءً وَتَصْدِيَةً فَذُوقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُونَ (الانفال:۳۵)۔

ترجمہ: اور کعبہ کے نزدیک ان کی نماز صرف یہ تھی کہ سیٹی اور تالی بجاتے تھے، تو اب چکھو عذاب اپنے کفر کی وجہ سے۔

اس فحاشی اور عریانی کو وہ عین عبادت سمجھتے تھے اور اللہ کا حکم خیال کرتے تھے۔ اللہ کریم نے ارشاد فرمایا: قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِينَةَ اللّٰهِ الَّتِي أَخْرَجَ لِعِبَادِهِ وَالطَّيِّبَاتِ مِنَ الرِّزْقِ قُلْ هِيَ لِلَّذِينَ آمَنُوا فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا خَالِصَةً يَوْمَ الْقِيَامَةِ كَذٰلِكَ نُفَصِّلُ الْآيَاتِ لِقَوْمٍ يَعْلَمُونَ (الاعراف:۳۲)۔

ترجمہ: فرمائیے کس نے حرام کی اللہ کی وہ زینت جو اس نے اپنے بندوں کے لیے پیدا کی اور کس نے حرام کیں پاک لذیذ چیزیں اللہ کے دیے ہوئے رزق سے۔ آپ فرما دیں یہ چیزیں ایمان والوں کے لیے ہیں دنیا کی زندگی میں بھی، اور قیامت کے دن تو خاص انہی کے لیے ہیں، اسی طرح ہم کھول کر بیان کرتے ہیں آیتیں علم والوں کے لیے۔

امام طبری علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ مراد یہ ہے کہ:

اے محبوب! عرب کے ان جاہلوں سے پوچھیں جو طواف کے وقت لباس اتار دیتے ہیں اور حلال کو اپنے اوپر حرام کر لیتے ہیں کہ ان چیزوں کو تم پر کس نے حرام کیا قُلْ یَا مُحَمَّدُ لِهٰؤُلَاءِ الْجَهَلَةِ مِنَ الْعَرَبِ الَّذِيْنَ يَعَرُّوْنَ عِنْدَ طَوَافِهِمْ بِالْبَيْتِ وَ يُحَرِّمُوْنَ عَلٰى اَنْفُسِهِمْ مَا اُحِلَّتْ لَهُمْ مِنْ طَيِّبَاتِ الرِّزْقِ : مَنْ حَرَّمَ ، اَيُّهَا الْقَوْمُ عَلَيْكُمْ زِيْنَةَ اللّٰهِ الَّتِىْ خَلَقَهَا لِعِبَادِهٖ اَنْ تَتَزَيَّنُوْا بِهَا وَتَتَجَمَّلُوْا بِلِبَاسِهَا الخ (تفسیر ابن جریر جلد۵ جز دوم صفحہ۱۸۹)۔

اسی ننگے طواف کو حرام قرار دیتے ہوئے فرمایا: قُلْ اِنَّمَا حَرَّمَ رَبِّىَ الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ (الاعراف:۳۳)۔

ترجمہ: آپ فرما دیجیے کہ میرے رب نے تو صرف فحاشیوں کو حرام کیا ہے ان میں سے جو کھلی ہوں اور جو چھپی ہوں۔

(ب)۔ اسی فحاشی کی ایک اہم کڑی یہ تھی کہ شراب نوشی اور جواہ بازی عروج پر تھی۔ یہ دونوں چیزیں اس قدر مضبوط ہو چکی تھیں کہ اسلام نے ان کو فوراً حرام قرار دینے کی بجائے ایک عرصہ گزر جانے کے بعد حرام قرار دیا تا کہ انہیں چھوڑنا دشوار نہ ہو۔

خمر کا لفظی معنی پردہ اور حجاب ہے۔ دوپٹے کو بھی خمار اسی لیے کہتے ہیں کہ یہ عورت کے سر کو ڈھانپتا ہے اور شراب کو خمر اس لیے کہتے ہیں کہ یہ عقل کو ڈھانپ لیتی ہے۔

سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: اَلْخَمْرُ مَا خَامَرَ الْعَقْلَ یعنی خمر وہ ہے جو عقل پر خمار (پردہ) ڈال دے (بخاری حدیث:۴۶۱۹، مسلم حدیث:۷۵۵۹)۔

سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے نبی کریم ﷺ سے شراب اور جوئے کے بارے میں سوال عرض کیا جس کی تفصیل حدیث میں اس طرح مذکور ہے کہ:

عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ اَنَّهٗ قَالَ: اَللّٰهُمَّ بَيِّنْ لَنَا فِى الْخَمْرِ بَيَانَ شِفَاءٍ فَنَزَلَتِ الَّتِىْ فِى الْبَقَرَةِ (يَسْأَلُوْنَكَ عَنِ الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ) الآية فَدُعِىَ عُمَرُ فَقُرِئَتْ عَلَيْهِ فَقَالَ: اَللّٰهُمَّ بَيِّنْ لَنَا فِى الْخَمْرِ بَيَانَ شِفَاءٍ فَنَزَلَتِ الَّتِىْ فِى النِّسَاءِ : (يَا اَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا لَا تَقْرَبُوا الصَّلَاةَ وَاَنْتُمْ سُكَارٰى) فَدُعِىَ عُمَرُ فَقُرِئَتْ عَلَيْهِ

ثُمَّ قَالَ: اَللّٰهُمَّ بَيِّنْ لَنَا فِي الْخَمْرِ بَيَانَ شِفَاءٍ فَنَزَلَتِ الَّتِي فِي الْمَائِدَةِ : (إِنَّمَا يُرِيدُ الشَّيْطَانُ أَنْ يُوقِعَ بَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَاءَ فِي الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ) إِلَى قَوْلِهِ (فَهَلْ أَنْتُمْ مُنْتَهُونَ) فَدُعِيَ عُمَرُ فَقُرِئَتْ عَلَيْهِ فَقَالَ: اِنْتَهَيْنَا اِنْتَهَيْنَا (ترمذی حدیث: ۳۰۴۹،ابوداؤد حدیث:۳۶۷۰)۔

ترجمہ: حضرت عمر بن خطاب ﷛ (کی خواہش تھی کہ شراب کو حرام قرار دیا جائے تو انہوں) نے دعا کی: اے اللہ شراب کے بارے میں ہمارے لیے تسلی بخش وضاحت نازل فرما۔تو سورۃ بقرہ کی یہ آیت نازل ہوئی:[يَسْأَلُونَكَ عَنِ الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ (البقرة : ۲۱۹)] پھر حضرت عمر کو بلایا گیا اور ان کے سامنے یہ آیت پڑھی گئی۔حضرت عمر نے پھر دعا کی: اے اللہ شراب کے بارے میں ہمارے لیے تسلی بخش وضاحت نازل فرما۔تو سورۃ النساء کی یہ آیت نازل ہوئی: [يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَقْرَبُوا الصَّلَاةَ وَأَنْتُمْ سُكَارَىٰ (النساء: ۴۳)] پھر حضرت عمر کو بلایا گیا اور ان کے سامنے یہ آیت پڑھی گئی۔حضرت عمر نے پھر دعا کی: اے اللہ شراب کے بارے میں ہمارے لیے تسلی بخش وضاحت نازل فرما۔تو سورۃ المائدہ کی یہ آیت نازل ہوئی:[إِنَّمَا يُرِيدُ الشَّيْطَانُ أَنْ يُوقِعَ بَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَاءَ فِي الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ إِلَى قَوْلِهِ فَهَلْ أَنْتُمْ مُنْتَهُونَ (المائدة: ۹۱)] پھر حضرت عمر کو بلایا گیا اور ان کے سامنے یہ آیت پڑھی گئی۔حضرت عمر نے (جب شراب کے حرام ہونے اور اس سے باز رہنے کا واضح حکم سنا تو خوش ہوئے اور) کہا: ہم (شراب سے) باز آئے ہم باز آئے۔

سیدنا عمر فاروق ﷛ کے مشورے کے مطابق قرآن شریف کی بیس آیات نازل ہوئیں ، انہیں موافقاتِ عمر کہا جاتا ہے۔ مذکورہ بالا حدیث میں شراب کی حرمت والا واقعہ موافقاتِ عمر میں سے ایک ہے۔

اللہ کریم ارشاد فرماتا ہے:إِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْأَنْصَابُ وَالْأَزْلَامُ رِجْسٌ مِنْ عَمَلِ الشَّيْطَانِ (المائدہ:۹۰)۔

ترجمہ: اے ایمان والو! بلا شبہ شراب اور جواء اور بت اور جوئے کے تیر سب ناپاک ہیں

شیطانی کاموں سے ہیں۔

شرابی آدمی فحاشی پر دلیر ہوتا ہے، بہتان طرازی کرتا ہے اور جو منہ میں آئے بول دیتا ہے۔ حدیث شریف میں ہے کہ: اَلْخَمْرُ جِمَاعُ الْاِثْمِ یعنی شراب تمام برائیوں کا مجموعہ ہے (رواہ رزین، مشکوٰۃ حدیث:۵۲۱۲)۔

شراب کے بعد جوئے کی برائی کا ذکر فرمایا اور جوئے میں فحاشی اور بے حیائی کا اس سے بڑا عنصر کیا ہو سکتا ہے کہ جواری بعض اوقات جوئے میں اپنی بیوی بھی ہار کر آجاتا ہے۔ یہی حال زمانہ جہالت میں تھا:

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ کَانَ الرَّجُلُ فِی الْجَاهِلِیَّةِ یُخَاطِرُ عَلٰی اَهْلِهٖ وَمَالِهٖ فَاَیُّهُمَا قَمِرَ صَاحِبَهٗ ذَهَبَ بِاَهْلِهٖ وَمَالِهٖ (ابن جریر حدیث:۳۲۸۶، بغوی جلد ا صفحہ ۲۰۹)۔

ترجمہ: حضرت ابن عباس ﷜ فرماتے ہیں کہ جہالت کے زمانے میں جواری اپنی بیوی اور اپنے مال کو جوئے پر لگا دیتا تھا۔ جو بھی جیت جاتا وہ اس عورت اور دولت کا مالک بن جاتا تھا۔

(ج)۔ زمانہ جاہلیت میں زنا کو پیشہ کی حد تک سند حاصل تھی اور پیشہ ور عورتیں اپنے دروازوں پر جھنڈے لگا کر رکھتی تھیں تاکہ لوگ پہچان لیں کہ یہاں برائی کا اڈہ قائم ہے۔ اس پر مکمل حدیث ملاحظہ کریں:

عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَیْرِ اَنَّ عَائِشَةَ زَوْجَ النَّبِیِّ ﷺ اَخْبَرَتْهُ اَنَّ النِّکَاحَ فِی الْجَاهِلِیَّةِ کَانَ عَلٰی اَرْبَعَةِ اَنْحَاءٍ فَنِکَاحٌ مِنْهَا نِکَاحُ النَّاسِ الْیَوْمَ یَخْطُبُ الرَّجُلُ اِلَی الرَّجُلِ وَلِیَّتَهٗ اَوْ ابْنَتَهٗ فَیُصْدِقُهَا ثُمَّ یَنْکِحُهَا وَنِکَاحٌ آخَرُ کَانَ الرَّجُلُ یَقُوْلُ لِامْرَاَتِهٖ اِذَا طَهُرَتْ مِنْ طَمْثِهَا اَرْسِلِیْ اِلٰی فُلَانٍ فَاسْتَبْضِعِیْ مِنْهُ وَیَعْتَزِلُهَا زَوْجُهَا وَلَا یَمَسُّهَا اَبَدًا حَتّٰی یَتَبَیَّنَ حَمْلُهَا مِنْ ذٰلِکَ الرَّجُلِ الَّذِیْ تَسْتَبْضِعُ مِنْهُ فَاِذَا تَبَیَّنَ حَمْلُهَا اَصَابَهَا زَوْجُهَا اِذَا اَحَبَّ وَاِنَّمَا یَفْعَلُ ذٰلِکَ رَغْبَةً فِیْ نَجَابَةِ الْوَلَدِ فَکَانَ هٰذَا النِّکَاحُ نِکَاحَ الْاِسْتِبْضَاعِ وَنِکَاحٌ آخَرُ یَجْتَمِعُ الرَّهْطُ مَا دُوْنَ الْعَشَرَةِ فَیَدْخُلُوْنَ عَلَی الْمَرْاَةِ کُلُّهُمْ یُصِیْبُهَا فَاِذَا حَمَلَتْ وَوَضَعَتْ وَمَرَّ عَلَیْهَا لَیَالٍ بَعْدَ

أَنْ تَضَعَ حَمْلَهَا أَرْسَلَتْ إِلَيْهِمْ فَلَمْ يَسْتَطِعْ رَجُلٌ مِنْهُمْ أَنْ يَمْتَنِعَ حَتَّى يَجْتَمِعُوا عِنْدَهَا تَقُولُ لَهُمْ قَدْ عَرَفْتُمُ الَّذِي كَانَ مِنْ أَمْرِكُمْ وَقَدْ وَلَدْتُ فَهُوَ ابْنُكَ يَا فُلَانُ تُسَمِّي مَنْ أَحَبَّتْ بِاسْمِهِ فَيَلْحَقُ بِهِ وَلَدُهَا لَا يَسْتَطِيعُ أَنْ يَمْتَنِعَ بِهِ الرَّجُلُ وَنِكَاحُ الرَّابِعِ يَجْتَمِعُ النَّاسُ الْكَثِيرُ فَيَدْخُلُونَ عَلَى الْمَرْأَةِ لَا تَمْتَنِعُ مِمَّنْ جَاءَهَا وَهُنَّ الْبَغَايَا كُنَّ يَنْصِبْنَ عَلَى أَبْوَابِهِنَّ رَايَاتٍ تَكُونُ عَلَمًا فَمَنْ أَرَادَهُنَّ دَخَلَ عَلَيْهِنَّ فَإِذَا حَمَلَتْ إِحْدَاهُنَّ وَوَضَعَتْ حَمْلَهَا جُمِعُوا لَهَا وَدَعَوْا لَهُمُ الْقَافَةَ ثُمَّ أَلْحَقُوا وَلَدَهَا بِالَّذِي يَرَوْنَ فَالْتَاطَ بِهِ وَدُعِيَ ابْنَهُ لَا يَمْتَنِعُ مِنْ ذَلِكَ فَلَمَّا بُعِثَ مُحَمَّدٌ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْحَقِّ هَدَمَ نِكَاحَ الْجَاهِلِيَّةِ كُلَّهُ إِلَّا نِكَاحَ النَّاسِ الْيَوْمَ (بخاری حدیث:۵۱۲۷،ابوداود:۲۲۷۲)۔

ترجمہ: حضرت عروہ بن زبیر فرماتے ہیں کہ سیدہ عائشہ صدیقہ زوج نبی ﷺ نے بتایا کہ زمانہ جاہلیت میں نکاح کی چار قسمیں تھیں:

ایک قسم یہ تھی کہ جس طرح آج کل لوگ نکاح کرتے ہیں، ایک مرد دوسرے مرد کے پاس زیر پرورش لڑکی یا اس کی بیٹی کے ساتھ نکاح کا پیغام بھیجتا اور اس کا مہر ادا کر کے اس سے نکاح کرتا۔

نکاح جاہلیت کی دوسری صورت یہ تھی کہ جب مرد کی بیوی حیض سے پاک ہو جاتی تو وہ اس سے کہتا کہ تم فلاں مرد کے پاس جاؤ اور اس سے زنا کراؤ، اور اس مدت کے دوران وہ مرد اپنی بیوی سے الگ رہتا اور اس سے بالکل مجامعت نہ کرتا حتیٰ کہ اس دوسرے مرد سے اس کا حمل ظاہر ہو جاتا جس مرد سے اس عورت نے زنا کیا تھا، پھر وضع حمل کے بعد مرد چاہتا تو اپنی بیوی سے مجامعت کرتا، وہ لوگ یہ نکاح اس لیے کرتے تھے تا کہ ان کا بچہ شریف اور عمدہ مرد سے پیدا ہو، اور اس نکاح کو نکاح استبضاع کہا جاتا تھا۔

نکاح جاہلیت کی تیسری صورت یہ تھی کہ چند مرد جن کی تعداد دس سے کم ہوتی تھی وہ کسی ایک عورت کے ساتھ دخول کرتے یعنی وہ سب اس سے زنا کرتے اور جب وہ عورت حاملہ

ہو جاتی اور وضع حمل ہو جاتا یعنی وہ بچہ جن لیتی تو وضع حمل کے چند دن گزرنے کے بعد وہ عورت ان تمام مردوں کو بلاتی اوران میں سے کوئی مرد آنے سے انکار نہیں کرسکتا تھا اور جب اس عورت کے پاس تمام مرد جمع ہو جاتے تو وہ عورت ان مردوں سے کہتی: تم لوگوں کی جو کاروائی تھی وہ تم سب کو معلوم ہے اور اب میں نے یہ بچہ جنا ہے، پھر وہ عورت جس مرد کی طرف اس بچہ کو منسوب کرنا چاہتی تو کہتی: اے فلاں! یہ تمہارا بیٹا ہے، پھر اس بچہ کا نسب اس مرد کے ساتھ مل جاتا اور وہ مرد اس سے انکار کی جرأت نہیں کرسکتا تھا۔

نکاح جاہلیت کی چوتھی صورت یہ تھی کہ بہت سے مرد جمع ہو کر کسی عورت پر داخل ہوتے تھے اور وہ عورت اپنے پاس داخل ہونے والے کسی مرد کو نہیں روکتی تھی، یہ عورتیں طوائف ہوتی تھیں یعنی کسب زنا کرنے والیاں اور یہ طوائف اپنے گھروں کے دروازے پر جھنڈے نصب کرتی تھیں جو ان کے طوائف ہونے کی علامت ہوتے تھے، سو جو مرد بھی چاہتا ان پر داخل ہو جاتا، پس اس قسم کی کوئی ایک عورت حاملہ ہو جاتی اور بچہ جن لیتی تو اس کے پاس آنے والے سب مرد اس کے پاس جمع ہو جاتے اور وہ اپنے لیے کسی قیافہ شناس کو بلاتے، پھر وہ قیافہ شناس اس بچہ کے نسب کو اس مرد کے ساتھ ملا دیتے جس مرد کے ساتھ اس بچہ کے نقوش ملتے جلتے ہوتے اور وہ بچہ اس ہی مرد کا کہلاتا اور کوئی اس سے انکار نہیں کرسکتا تھا۔

پس جب سیدنا محمد ﷺ دین حق کے ساتھ مبعوث ہوئے تو آپ نے جاہلیت کے تمام نکاحوں کو باطل قرار دے دیا اور صرف اسی نکاح کو باقی رکھا جس کا آج کل رواج ہے۔

اللہ کے محبوب ﷺ نے فحاشی کو ختم کیا اور اس کی جگہ حیاء اور حسن اخلاق کو فروغ دیا۔

آپ ﷺ کنواری لڑکی سے بھی زیادہ حیاء والے تھے کَانَ النَّبِیُّ ﷺ اَشَدَّ حَیَاءً مِنَ الْعَذْرَاءِ فِی خِدْرِھَا (بخاری حدیث:٣٥٦٢، مسلم حدیث:٦٠٣٢)۔

آپ ﷺ نے حیاء اور ایمان کو لازم و ملزوم قرار دیا، فرمایا: اِنَّ الْحَیَاءَ وَ الْاِیْمَانَ قُرِنَا جَمِیْعاً فَاِذَا رُفِعَ اَحَدُھُمَا رُفِعَ الْآخَرُ یعنی حیاء اور ایمان آپس میں جڑے ہوئے ہیں، جب ایک چیز اٹھ جائے تو دوسری خود بخود اٹھ جاتی ہے (شعب الایمان للبیہقی حدیث:٧٧٢٧)۔

بلکہ آپ ﷺ نے اپنی بعثت کا عملی مقصد ہی اخلاق کی تکمیل قرار دیا ہے، فرمایا: بُعِثْتُ لِأُتَمِّمَ حُسْنَ الْأَخْلَاقِ یعنی میں حُسنِ اخلاق کو مکمل کرنے کے لیے بھیجا گیا ہوں (مؤطا امام مالک حدیث: ۸ من کتاب حسن الخلق)۔

اس بات پر غور کرنا ہمارے لیے ضروری ہے کہ فحاشی کی یہ تمام قسمیں جو اللہ کے حبیب ﷺ نے ختم کی تھیں، کیا ہم نے یہ سب یا ان میں سے اکثر یا قدرے فرق کے ساتھ دوبارہ تو نہیں شروع کر دیں؟

(۲)۔ جہالت

مشرکین کا عقیدہ تھا کہ فرشتے اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَيَجْعَلُونَ لِلّٰهِ الْبَنَاتِ سُبْحَانَهٗ وَلَهُمْ مَا يَشْتَهُونَ (النحل: ۵۷)۔

ترجمہ: اور فرشتوں کو وہ اللہ کی بیٹیاں قرار دیتے ہیں، اللہ کے لیے پاکی ہے اور اپنے لیے بیٹے جس کے وہ خواہشمند ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے سُبْحَانَهٗ کے لفظ سے اس کی نہایت جامع اور مختصر تردید فرما دی۔ یہ بات یاد رکھنے کے قابل ہے کہ فرشتے نہ مذکر ہوتے ہیں اور نہ مؤنث۔ عقائد نسفی کے متن میں لکھا ہے کہ: لَا يُوْصَفُوْنَ بِذُكُوْرَةٍ وَلَا اُنُوْثَةٍ یعنی فرشتے نہ مذکر ہوتے ہیں اور نہ مؤنث (عقائد نسفی صفحہ ۱، شرح عقائد نسفی صفحہ ۱۴۲)۔

لہٰذا فرشتہ خواہ کسی مذکر کی روح قبض کرے یا کسی مقدس خاتون کی روح قبض کرے اس کے ساتھ پردے اور محرم نامحرم کا کوئی تعلق نہیں۔ اور فرشتوں کے بارے میں ایسی سوچ رکھنا زمانۂ قدیم کی جہالت ہے۔

(ب)۔ جاہلی معاشرے میں جب کسی کی بیٹی پیدا ہوتی تھی تو وہ اسے اپنے لیے شرمناک بات سمجھتا تھا۔ بیٹی کا باپ کہلانا اور آگے چل کر کسی داماد کا سسر کہلانا گالی سمجھا جاتا تھا۔ اللہ کریم ارشاد فرماتا ہے: وَاِذَا بُشِّرَ اَحَدُهُمْ بِالْاُنْثٰى ظَلَّ وَجْهُهٗ مُسْوَدًّا وَّهُوَ كَظِيْمٌ ، يَتَوَارٰى مِنَ

الْقَوْمِ مِنْ سُوءِ مَا بُشِّرَ بِهِ أَيُمْسِكُهُ عَلٰى هُونٍ أَمْ يَدُسُّهُ فِي التُّرَابِ أَلَا سَاءَ مَا يَحْكُمُونَ (النحل:۵۸،۵۹)۔

ترجمہ: اور جب ان میں سے کسی کو بیٹی ہونے کی خوشخبری دی جاتی ہے تو سارا دن اس کا منہ کالا رہتا ہے اور غصہ میں بھر جاتا ہے، لوگوں سے چھپتا پھرتا ہے اسے برا سمجھنے کی وجہ سے جس کی اسے بشارت دی گئی ہے کہ ذلت برداشت کر کے اسے زندہ رہنے دے، یا اسے مٹی میں دبا دے، سن لو وہ بہت ہی برا فیصلہ کرتے ہیں۔

بیٹی کو زندہ درگور کر دیا جاتا تھا اور ایسے ظالمانہ اقدام کو بہت بڑی جرأت اور غیرت سمجھا جاتا تھا۔ اللہ کریم ارشاد فرماتا ہے:

وَإِذَا الْمَوْءُ وْدَةُ سُئِلَت ، بِأَيِّ ذَنْبٍ قُتِلَتْ (التکویر:۹)۔

ترجمہ: اور جب زندہ درگور کی ہوئی لڑکی سے پوچھا جائے گا، کس گناہ میں وہ قتل کی گئی۔

اس کے علاوہ غربت کے خوف سے بھی اولاد کو قتل کر دیا جاتا تھا جسکی اصلاح قرآن مجید ان الفاظ سے کرتا ہے: وَلَا تَقْتُلُوا أَوْلَادَكُمْ خَشْيَةَ إِمْلَاقٍ (الاسراء:۳۱)۔

ترجمہ: اور اپنی اولاد کو فاقہ کے ڈر سے قتل نہ کرو۔

ان حالات میں بیٹی کو میراث میں سے حصہ دینے کا سوال ہی پیدا نہیں ہو سکتا تھا جبکہ اسلام میں بیٹی کو ذوالفروض میں شامل کیا گیا ہے اور ایک بیٹی کو کل میراث کا نصف حصہ اور اگر دو یا دو سے زیادہ بیٹیاں ہوں تو دو تہائی حصہ دیا جاتا ہے۔ جبکہ بیٹا ذوالفروض میں شامل ہی نہیں بلکہ عصبہ ہے۔

(ج)۔ جہالت کے دور میں بدشگونیاں عروج پر تھیں اور عرافوں (حساب لگانے والوں) کا دھندا جوبن پر تھا۔ حدیث شریف میں ہے کہ:

عَنْ يَحْيَى بْنِ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ أَنَّهُ سَمِعَ عُرْوَةَ بْنَ الزُّبَيْرِ قَالَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا سَأَلَ أُنَاسٌ النَّبِيَّ ﷺ عَنِ الْكُهَّانِ فَقَالَ إِنَّهُمْ لَيْسُوا بِشَيْءٍ فَقَالُوا يَا رَسُولَ اللّٰهِ فَإِنَّهُمْ يُحَدِّثُونَ بِالشَّيْءِ يَكُونُ حَقًّا قَالَ فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ تِلْكَ

الْكَلِمَةُ مِنَ الْحَقِّ يَخْطَفُهَا الْجِنِّيُّ فَيُقَرْقِرُهَا فِي أُذُنِ وَلِيِّهِ كَقَرْقَرَةِ الدَّجَاجَةِ فَيَخْلِطُونَ فِيهِ أَكْثَرَ مِنْ مِائَةِ كَذْبَةٍ (بخاری حدیث:۵۷۶۱، ۳۲۱۰، مسلم:۵۸۱۶)۔

ترجمہ: ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ: لوگوں نے نبی کریم ﷺ سے کاہنوں کے بارے میں سوال کیا، تو فرمایا: یہ کوئی شے نہیں ہیں، لوگوں نے عرض کیا: یارسول اللہ یہ لوگ بعض اوقات ایسی بات بتا دیتے ہیں جو بالکل حق ہوتی ہے، فرمایا: ان کے پاس جن ہوتا ہے جو یہ حق کی بات چوری کر کے لاتا ہے اور اپنے دوست کے کان میں ٹک ٹک کرتا ہے جیسے مرغی ٹک ٹک کرتی ہے، پھر وہ اس میں سو سے زیادہ جھوٹ ملا لیتے ہیں۔

دوسری حدیث میں اس کی تفصیل اس طرح ہے کہ فرشتے بادلوں میں اترتے ہیں اور آپس میں آسمانی فیصلوں پر بات چیت کرتے ہیں، تو شیاطین ان باتوں کو چوری کر لیتے ہیں اور ان کاہنوں کو اس کا الہام کر دیتے ہیں (بخاری حدیث: ۳۲۱۰)۔ کاہن وہ ہوتا ہے جو آئندہ زمانے کی خبریں دینے میں جنات کا سہارا لیتا ہے اور اسرار معرفت کا دعویٰ کرتا ہے كَاهِنٌ وَهُوَ الَّذِيْ يَتَعَاطَى الْأَخْبَارَ عَنِ الْكَائِنَاتِ فِي مُسْتَقْبِلِ الزَّمَانِ ، وَيَدَّعِي مَعْرِفَةَ الْأَسْرَارِ (عمدۃ القاری جلد۱۲ صفحہ۳۲۹)۔

(د)۔ سود خوری کا نظام خوب گرم تھا۔ اور سود ہی نہیں بلکہ سود در سود اس دور کی معیشت کو مکمل طور پر اپنی لپیٹ میں لے چکا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: قَالُوا إِنَّمَا الْبَيْعُ مِثْلُ الرِّبَا وَأَحَلَّ اللَّهُ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الرِّبَا (البقرۃ:۲۷۵)۔

ترجمہ: اور اللہ نے حلال کیا بیع کو اور حرام کیا سود کو۔

دوسری جگہ فرمایا: يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَأْكُلُوا الرِّبَا أَضْعَافًا مُضَاعَفَةً (آل عمران:۱۳۰)۔

ترجمہ: اے ایمان والو، دگنے پر دگنا سود مت کھاؤ۔

تیسری جگہ فرمایا: يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَذَرُوا مَا بَقِيَ مِنَ الرِّبَا إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ ۔ فَإِنْ لَمْ تَفْعَلُوا فَأْذَنُوا بِحَرْبٍ مِنَ اللَّهِ وَرَسُولِهِ وَإِنْ تُبْتُمْ

فَلَكُمْ رُءُ وْسُ اَمْوَالِكُمْ لَا تَظْلِمُونَ وَلَا تُظْلَمُونَ (البقرۃ:۲۷۸،۲۷۹)۔

ترجمہ:اے ایمان والواللہ سے ڈرو،اور چھوڑ دو جو باقی رہ گیا ہے سود میں سے اگر تم ایمان والے ہو، پھر اگر تم ایسا نہ کروتو اللہ اوراس کے رسول کی طرف سے جنگ کا اعلان سن لو۔

(ر)۔ قتل کی دشمنیاں نسلوں تک جاری رہتی تھیں اور بے شمار قبائل اس آگ میں جل رہے تھے۔حبیب کریم ﷺ نے خطبہ حجۃ الوداع میں ان چیزوں سے منع کرتے ہوئے فرمایا:

اَلا کُلُّ شَیْئٍ مِنْ اَمْرِ الْجَاهِلِیَّةِ تَحتَ قَدَمَیَّ مَوضُوعٌ ، وَدِمَآءُ الْجَاهِلِیَّةِ مَوضُوعَةٌ ، وَاِنَّ اَوَّلَ دَمٍ اَضَعُ مِنْ دِمَآئِنَا دَمُ ابْنِ رَبِیْعَةَ بْنِ الْحَارِثِ (كَانَ مُسْتَرضِعًا فِی بَنِی سَعدٍ فَقَتَلَهُ هُذَیْلُ) ، وَ رِبَا الْجَاهِلِیَّةِ مَوضُوعٌ وَ اَوَّلُ رِبًا اَضَعُ رِبَانَا رِبَا عَبَّاسِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ...... فَلا تَرجِعُوا بَعْدِی ضَلَالًا یَضْرِبُ بَعْضُكُمْ رِقَابَ بَعْضٍ اَلا هَلْ بَلَّغْتُ قَالُوا نَعَمْ قَالَ اَللّٰهُمَّ اشْهَدْ فَلْیُبَلِّغِ الشَّاهِدُ الْغَائِب (مسلم حدیث:۲۹۵۰)۔

سنو! زمانہ جاہلیت کی ہر چیز میرے ان قدموں کے نیچے پامال ہے۔زمانہ جاہلیت کے ایک دوسرے پر خون پامال ہیں اور سب سے پہلے میں اپنا خون معاف کرتا ہوں وہ ابن ربیعہ بن حارث کا خون ہے(وہ بنو سعد میں دودھ پیتا بچہ تھا جس کو ہذیل نے قتل کر دیا تھا)۔ اسی طرح زمانہ جاہلیت کے تمام سود پامال ہیں اور سب سے پہلے میں اپنے خاندان کے سود کو چھوڑنے کا اعلان کرتا ہوں اور وہ حضرت عباس بن عبدالمطلب کا سود ہے ان کا تمام سود چھوڑ دیا گیا ہے۔میرے بعد گمراہ نہ ہو جانا کہ ایک دوسرے کی گردنیں مارتے رہو، خبردار کیا میں نے اللہ کا پیغام پہنچا دیا ہے؟ سب نے کہا جی ہاں۔فرمایا: جو آج یہاں موجود ہیں وہ ان تک پہنچا دیں جو غائب ہیں۔

یہاں پھر ہمیں غور کرنا ہوگا کہ جہالت کی یہ تمام باتیں رسول کریم ﷺ نے مٹا کر رکھ دی تھیں،مگر ہم نے ان تمام جہالتوں کو پھر سے زندہ تو نہیں کر دیا؟

(۳)۔ گمراہ کن شاعری

اللہ کریم جل شانہ کا طریقہ ہے کہ اس نے ہر زمانے کے حالات کے مطابق اپنے انبیاء علیہم السلام کو معجزے دے کر دنیا میں بھیجا۔ سیدنا موسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں جادوگری کا زور تھا۔ اللہ کریم نے انہیں ید بیضا اور عصاءِ موسوی کا معجزہ عطا فرمایا۔ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں حکیموں طبیبوں کا زور تھا۔ اللہ کریم نے انہیں ہاتھ پھیر کر شفاء دینے کا معجزہ عطا فرما کر بھیجا۔ ہمارے حبیب کریم ﷺ کے زمانے میں شاعری کا زور تھا۔ اللہ کریم نے آپ ﷺ کو فصاحت و بلاغت کی انتہاؤں پر مبنی قرآن کا معجزہ عطا فرما کر بھیجا۔

قرآن میں عقائد، احکام اور اخلاقیات سمیت تمام تر تعلیمات موجود ہیں مگر اس کا اعجاز بنیادی طور پر شعراء اور فصحاء کے مقابلے پر تھا اور اسی وجہ سے قرآن میں انہیں بار بار چیلنج دیا گیا ہے کہ اگر تم سچے ہو تو قرآن جیسا کلام تیار کر کے دکھاؤ۔

شاعری کا شرعی ضابطہ

اللہ کریم جل شانہ ارشاد فرماتا ہے: وَالشُّعَرَاءُ يَتَّبِعُهُمُ الْغَاوُونَ. أَلَمْ تَرَ أَنَّهُمْ فِي كُلِّ وَادٍ يَهِيمُونَ. وَأَنَّهُمْ يَقُولُونَ مَا لَا يَفْعَلُونَ. إِلَّا الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ وَذَكَرُوا اللَّهَ كَثِيرًا وَانْتَصَرُوا مِنْ بَعْدِ مَا ظُلِمُوا وَسَيَعْلَمُ الَّذِينَ ظَلَمُوا أَيَّ مُنْقَلَبٍ يَنْقَلِبُونَ۔

ترجمہ: اور شاعروں کی پیروی گمراہ لوگ کرتے ہیں۔ کیا آپ نے نہ دیکھا کہ وہ ہر وادی میں بھٹکتے پھرتے ہیں۔ اور بے شک وہ ایسی باتیں کہتے ہیں جن پر خود عمل نہیں کرتے۔ سوائے ان کے جو ایمان لائے اور انہوں نے نیک کام کیے اور انہوں نے کثرت سے اللہ کا ذکر کیا اور بدلہ لیا مظلوم ہونے کے بعد اور عنقریب جان لیں گے وہ لوگ جنہوں نے ظلم کیا کہ وہ کیسی پلٹنے کی جگہ پلٹ کر جاتے ہیں (الشعراء: ۲۲۴ تا ۲۲۷)۔

ان آیات میں سے ایک ایک آیت کی تفسیر ملاحظہ کیجیے:

(ا)۔ کفار نے ہمارے نبی کریم ﷺ پر شاعر ہونے کا الزام لگایا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ سے شاعری کی نفی کرتے ہوئے فرمایا: وَالشُّعَرَاءُ يَتَّبِعُهُمُ الْغَاوُوْنَ شاعروں کی پیروی گمراہ لوگ کرتے ہیں (الشعراء:۲۲۴)۔

مقصد یہ ہے کہ شاعروں کی پیروی ہمیشہ گمراہ لوگ اور عیاش قسم کے لوگ کرتے ہیں، جبکہ اللہ کے محبوب ﷺ کے دامنِ اقدس سے وابستہ ہونے والے تمام لوگ تقوے کے پیکر ہیں۔ اس آیت میں اللہ کریم نے صحابہ کرام علیہم الرضوان کی عظیم سیرت و کردار کو اپنے محبوب کی ﷺ صداقت کی دلیل بنایا ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ شاعری منصب نبوت کے اپنے ہی لائق اور شایانِ شان نہیں۔ اللہ کریم جل شانہ فرماتا ہے: وَمَا عَلَّمْنَاهُ الشِّعْرَ وَمَا يَنْبَغِي لَهُ إِنْ هُوَ إِلَّا ذِكْرٌ وَقُرْآنٌ مُبِينٌ (یٰس:۶۹)۔

ترجمہ: اور ہم نے اسے شاعری نہیں سکھائی اور نہ ہی یہ اس کی شان کے لائق ہے، یہ تو صرف ذکر ہے اور واضح قرآن ہے۔

مرزا قادیانی کے جھوٹا ہونے کا یہی ثبوت کافی ہے کہ وہ نبوت کا مدعی ہونے کے ساتھ شاعری کرتا تھا۔ نہ صرف شاعری کرتا تھا بلکہ کثرت سے شاعری کرتا تھا۔ نہ صرف کثرت سے شاعری کرتا تھا بلکہ اسکے بہت سے شعر خلافِ شرع اور بے ہودہ ہوتے تھے۔ مثلاً لکھتا ہے:

وَمِنَ اللِّئَامِ أَرَىٰ رُجَيْلاً فَاسِقاً غُوْلاً لَعِيْناً نُطْفَةَ السُّفَهَآءِ

شَكِسٌ خَبِيْثٌ مُفْسِدٌ وَ مُزَوِّرٌ نَحِسٌ يُسَمَّىٰ السَّعْدُ فِي الْجُهَلَاءِ

ترجمہ: لئیموں میں سے ایک فاسق آدمی کو دیکھتا ہوں، جو ایک شیطان ہے، ملعون ہے، پاگلوں کا نطفہ ہے۔ بدگو ہے، خبیث ہے، مفسد ہے اور ملمع ساز ہے۔ منحوس ہے جس کا نام جاہلوں نے سعد رکھا ہے (حقیقت الوحی صفحہ ۴۴۵ مصنف مرزا قادیانی)۔

اتفاقاً کسی جملے کا موزون ہو جانا الگ بات ہے، جبکہ قصداً شاعری کرنا دوسری بات

ہے۔ حبیب کریم ﷺ نے ایک جملہ ارشاد فرمایا جو اتفاقاً موزون تھا: اَنَا النَّبِیُّ لَا کَذِبْ اَنَا ابْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبْ۔ امام فخر الدین رازی رحمت اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ: ذٰلِکَ لَیْسَ بِشِعْرٍ لِعَدَمِ قَصْدِہٖ اِلَی الْوَزْنِ وَالْقَافِیَۃِ یعنی یہ شعر نہیں ہے اس لیے کہ اس میں وزن اور قافیہ کا ارادہ نہیں کیا گیا (تفسیر کبیر جلد ۹ صفحہ ۳۰۵)۔

تیسری بات یہ ہے کہ بد عقیدہ اور بے دین شاعروں کو پسند کرنے والے اور ان کی شاعری پر واہ واہ کرنے والے لوگ پہلے سے ہی گمراہ ہوتے ہیں، یا پھر ان کی شاعری انہیں گمراہ کر دیتی ہے۔ نیز دین حق کی مخالفت کرنے والے اور نبی کریم ﷺ اور اہل اسلام کی ہجو بیان کرنے والے تمام غیر مسلم شاعر سو فیصد اس آیت کا مصداق ہیں۔

(۲)۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اَلَمْ تَرَ اَنَّهُمْ فِي كُلِّ وَادٍ يَهِيمُونَ کیا تم دیکھتے نہیں کہ یہ شاعر ہر وادی میں سرگرداں پھرتے ہیں (الشعراء: ۲۲۵)۔

سرگرداں پھرنے والے شاعروں سے مراد ایسے شاعر ہیں جو دینی طور پر غیور نہیں ہوتے۔ محض واہ واہ کے دلدادہ ہوتے ہیں۔ خود کو دین و مذہب سے بالاتر سمجھتے ہیں۔ ان کے مشاعرے میں ہر مذہب کے شاعر پائے جاتے ہیں، غلط مذاہب کی تائید کرتے وقت ذمہ داری سے کام نہیں لیتے، ان کی فرمائش پر کلام لکھ ڈالتے ہیں اور ہر محفل اور ہر سٹیج پر پہنچ جاتے ہیں۔

قرآن مجید نے "ہر وادی" کا لفظ استعمال کیا ہے۔ یہاں وادی سے مراد کلام کی مختلف قسمیں ہیں اَوْدِيَةُ الْكَلَامِ (بغوی جلد ۳ صفحہ ۳۷۸) یعنی کبھی حقیقت، کبھی مجاز، کبھی غزل، کبھی گانا، کبھی مزاح، کبھی طنز، کبھی مدح، کبھی ذم، کبھی نوحہ اور کبھی سہرا وغیرہ۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں فِیْ كُلِّ لَغْوٍ يَخُوضُوْنَ یعنی یہ لوگ ہر لغو اور فضول بات پر محنت کرتے رہتے ہیں (بخاری قبل حدیث: ۶۱۴۵)۔

حضرت مجاہد فرماتے ہیں: فِیْ كُلِّ فَنٍّ يَفْتَنُّوْنَ یعنی یہ لوگ ہر فن میں شاعری کا مظاہرہ کرتے ہیں (ابن جریر جلد ۱۱ جزو اول صفحہ ۱۳۷)۔

حضرت قتادہ فرماتے ہیں: يَمْدَحُوْنَ قَوْمًا بِالْبَاطِلِ ، وَيَشْتِمُوْنَ قَوْمًا بِالْبَاطِلِ

یعنی کسی کی خواہ مخواہ تعریف کردیں گے اور کسی کی خواہ مخواہ مذمت کردیں گے (ابن جریر:۲۰۴۰۶)۔

بعض مفسرین نے فرمایا ہے کہ: یَقُولُونَ فِی الْمَمْدُوحِ وَالْمَضْمُومِ مَا لَیْسَ فِیْہِ یعنی یہ لوگ کسی کی مدح کریں تو پھر بھی زیادتی کرجاتے ہیں اور کسی کی مذمت کریں تو پھر بھی زیادتی کرجاتے ہیں (فتح الباری جلد۱۰ صفحہ۶۰۷)۔

(۳)۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: وَاَنَّهُمْ یَقُولُونَ مَا لَا یَفْعَلُونَ یہ لوگ جو کہتے ہیں اس پر خود عمل نہیں کرتے (الشعراء:۲۲۶)۔

اس آیت میں بے عمل اور جھوٹے شاعر مراد ہیں۔ شاعر لوگ اکثر مبالغے سے کام لیتے ہیں، خیالی اور ہوائی باتیں جوڑتے ہیں، سب سے زیادہ لذت اس شعر میں ہوتی ہے جس میں سب سے زیادہ جھوٹ بولا گیا ہو اَعْذَبُ الشِّعْرِ اَکْذَبُھَا۔

نبی کریم رؤف رحیم ﷺ نے فرمایا: اَصْدَقُ کَلِمَۃٍ قَالَھَا الشَّاعِرُ کَلِمَۃُ لَبِیدٍ اَلَا کُلُّ شَیْءٍ مَا خَلَا اللّٰہَ بَاطِلٌ، وَ کَادَ اُمَیَّۃُ بْنُ اَبِی الصَّلْتِ اَنْ یُّسْلِمَ

ترجمہ: سب سے سچی بات جو کسی شاعر نے کی ہو، وہ لبید کا یہ مصرعہ ہے کہ: خبردار اللہ کے سواہر چیز فانی ہے، اور قریب تھا کہ امیہ بن ابی صلت مسلمان ہوجاتا (بخاری حدیث:۳۸۴۱، ۶۱۴۷، مسلم حدیث:۵۸۸۸)۔

امام بغوی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں: یَکْذِبُونَ فِی شِعْرِھِمْ، یَقُولُونَ فَعَلْنَا وَ فَعَلْنَا وَھُمْ کَذَبَۃٌ یعنی یہ لوگ اپنے شعروں میں جھوٹ بولتے ہیں، کہتے ہیں: ہم نے یہ کیا ہم نے وہ کیا، حالانکہ یہ سب جھوٹ ہوتا ہے (تفسیر بغوی جلد۳ صفحہ۳۷۸)۔

امام قرطبی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ: یہ لوگ بزدل ترین آدمی کو دلیر ترین آدمی پر فضیلت دے دیتے ہیں اور کنجوس ترین آدمی کو حاتم طائی سے بڑھا دیتے ہیں اور نیک ترین آدمی پر بہتان باندھ دیتے ہیں اور اسے فاسق ثابت کردیتے ہیں، کسی کی شان بیان کرتے وقت افراط اور مبالغے سے کام لیتے ہیں جس کا وہ اہل نہیں ہوتا (تفسیر قرطبی جلد۱۳ صفحہ۱۳۴)۔

شاعر اگر کبھی سچ بھی بولے تو اکثر اس پر عمل نہیں کرتا۔ شاعر جہاد پر شاعری کردے گا

مگر خود تلوار کا دھنی نہیں ہوگا۔ شاعر اپنی شاعری کے ذریعے لوگوں کو آپس میں لڑا دے گا مگر خود کھسک جائے گا۔ شاعر اکثر بے عمل، سست اور پوتی ہوگا۔

امام قرطبی نے فرزدق کے بارے میں لکھا ہے کہ ایک دفعہ خود فرزدق نے ایک شعر لکھا:

فَبِتْنَ بِجَانِبِیَّ مُصَرَّعَاتٍ وَ بِتُّ اَفُضُّ اَغْلَاقَ الْخِتَامِ

اس شعر کا ترجمہ لکھنا مناسب نہیں۔ وقت کے حکمران سلیمان بن عبدالملک نے جب یہ شعر سنا تو فرزدق سے کہا کہ تجھ پر حد لازم ہے یعنی تجھے سنگسار کرنا چاہیے۔ فرزدق نے کہا اے امیر المومنین قرآن شریف میں ہے کہ: وَاَنَّهُمْ يَقُولُونَ مَا لَا يَفْعَلُونَ یعنی شاعر لوگ وہ کہتے ہیں جو کرتے نہیں۔ لہٰذا مجھ سے حد ٹل گئی۔

اسی طرح کا ایک واقعہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے زمانے میں بھی پیش آیا۔ وہ شاعر سرکاری ملازم تھا۔ اس نے بھی اپنی غلط شاعری پر یہی دلیل دی تو سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ: تیرے اس بہانے نے تجھ سے حد ساقط کرا دی مگر میں تجھے اپنی ملازمت سے برطرف کرتا ہوں (تفسیر قرطبی جلد ۱۳ صفحہ ۱۳۴، ۱۳۵)۔

(۴)۔ اللہ کریم ارشاد فرماتا ہے: اِلَّا الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ وَذَكَرُوا اللّٰهَ كَثِيرًا سوائے ان کے جو ایمان لائے اور انہوں نے نیک کام کیے اور انہوں نے کثرت سے اللہ کا ذکر کیا (الشعراء: ۲۲۷)۔

حضرت حسان بن ثابت، حضرت عبداللہ بن رواحہ اور حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہم نے نبی کریم ﷺ سے روتے ہوئے عرض کیا: یارسول اللہ قرآن نے شاعروں کی مخالفت کر دی ہے، جبکہ ہم شاعر ہیں۔ اس وقت یہ اگلی آیت اتری کہ: سوائے ان شاعروں کے جو ایمان لائے اور نیک عمل کیے اور اللہ کا ذکر کثرت سے کیا (ابن جریر جلد ۱۱ جز واول صفحہ ۱۳۸)۔

اس آیت سے بات اچھی طرح واضح ہو گئی کہ ایسے شاعر کی شاعری جائز ہے جو مندرجہ ذیل تین شرائط پر پورا اترتا ہو:

(۱)۔ اس کا عقیدہ صحیح ہو۔ (۲)۔ وہ باعمل ہو اور جو کہے اس پر عمل کرتا ہو۔

(۳)۔اس کی شاعری پر اللہ کا ذکر غالب ہو۔

اب ان تینوں شرائط کی تفصیل ملاحظہ کیجیے اور احادیث کی روشنی میں دو مزید شرطیں بھی دیکھیے، یہ کل پانچ شرائط ہوئیں۔

شاعری کے لیے پہلی شرط: ایمان اور عقیدہ کا صحیح ہونا (اِلَّا الَّذِیْنَ آمَنُوْا)۔

سیدنا حسان بن ثابت کا عقیدہ ملاحظہ کیجیے تا کہ آج کے شاعر کا عقیدہ پرکھا جا سکے:

عَنْ حَبِیْبٍ قَالَ شَهِدْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ لِحَسَّانِ بْنِ ثَابِتٍ قُلْتَ فِیْ اَبِیْ بَكْرٍ شَیْئاً ؟ قَالَ نَعَمْ ، قَالَ : قُلْ حَتّٰی اَسْمَعَ قَالَ قُلْتُ :

وَ ثَانِیَ اثْنَیْنِ فِی الْغَارِ الْمُنِیْفِ وَ قَدْ طَافَ الْعَدُوُّ بِهٖ اِذْ صَعِدَ الْجَبَلَا

وَ كَانَ حِبَّ رَسُوْلِ اللّٰهِ قَدْ عَلِمُوْا مِنَ الْخَلَائِقِ لَمْ یَعْدِلْ بِهٖ رَجُلَا

فَتَبَسَّمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ (مستدرک حاکم حدیث: ۴۴۶۸، ۴۵۱۸، الاستیعاب صفحہ ۴۳۰، تاریخ الخلفاء للسیوطی صفحہ ۳۹)۔

ترجمہ: آپ دو میں سے دوسرے تھے اس بابرکت غار میں اور دشمن نے اسکے اردگرد چکر لگایا جب وہ پہاڑ پر چڑھا۔ ابو بکر اللہ تعالیٰ کے رسول کے محبوب تھے اور لوگوں کو اس بات کا علم تھا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ساری مخلوق میں سے کسی کو آپ کا ہم پلہ نہیں سمجھتے۔

عَنْ عَامِرٍ قَالَ سَئَلْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ اَیُّ النَّاسِ كَانَ اَوَّلَ اِسْلَاماً فَقَالَ اَمَا سَمِعْتَ قَوْلَ حَسَّانِ بْنِ ثَابِتٍ:

اِذَا تَذَكَّرْتَ شَجْواً مِنْ اَخِیْ ثِقَةٍ فَاذْكُرْ اَخَاكَ اَبَا بَكْرٍ بِمَا فَعَلَا

خَیْرُ الْبَرِیَّةِ اَتْقَاهَا وَ اَعْدَلُهَا اِلَّا النَّبِیُّ وَ اَوْفَاهَا بِمَا حَمَلَا

وَالثَّانِیُ التَّالِیُ الْمَحْمُوْدُ مَشْهَدُهٗ وَاَوَّلُ النَّاسِ مِنْهُمْ صَدَّقَ الرُّسُلَا

(مصنف ابن ابی شیبہ ۸/۴۴۸، الاستیعاب صفحہ ۴۳۰، مستدرک حاکم حدیث: ۴۴۶۹)

اِسْنَادُهٗ صَحِیْحٌ وَرَوَاهُ الطَّبْرَانِی بِسَنَدٍ آخَر (المعجم الکبیر للطبرانی حدیث: ۱۲۳۹۸، مجمع

الزوائد حدیث: ۱۴۳۱۰)۔

ترجمہ: حضرت عامر تابعی فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عباس ﷺ سے پوچھا: لوگوں میں سب سے پہلے اسلام کون لایا؟ تو انہوں نے فرمایا: کیا تم نے حضرت حسان بن ثابت کا قول نہیں سنا؟

جب تم اربابِ وفا کی داستانِ غم چھیڑو تو اپنے بھائی ابوبکر کو ضرور یاد کرنا، جو کچھ اس نے کر کے دکھایا۔ وہ نبی کے بعد تمام لوگوں میں سب سے افضل اور قابلِ اعتماد تھا اور اپنی ذمہ داری کو سب سے زیادہ نبھانے والا تھا۔ وہ دوسرے نمبر پر تھا، نبی کے پیچھے پیچھے تھا، اس کی رسالت کی گواہی بڑی پسندیدہ تھی، رسولوں کی تصدیق کرنے والے پہلے لوگوں میں سے تھا۔

دیوان حسان کے مطابق یہ پانچوں ایک ہی منقبت کے اشعار ہیں۔ تفصیل اس طرح ہے کہ: حضرت عبداللہ بن مسعود ﷺ روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ تک بات پہنچی کہ کچھ لوگوں نے ابوبکر صدیق ﷺ کے خلاف بات کی ہے۔ آپ ﷺ منبر پر چڑھ گئے اور اللہ کی حمد و ثناء بیان فرمائی، پھر فرمایا: اے لوگو! تم میں سے کوئی بھی شخص ایسا نہیں جس نے ابوبکر سے بڑھ کر مجھ پر مالی اور جانی احسان کیا ہو۔ تم سب نے مجھے کہا تھا کہ تم جھوٹ کہتے ہو مگر ابوبکر نے مجھ سے کہا تھا کہ آپ نے سچ فرمایا۔ اگر میں کسی کو تنہائی کا یار بناتا تو ابوبکر کو بناتا۔ پھر آپ حسان کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا: ذرا ہو جائے وہ کلام جو تم نے میرے بارے میں اور ابوبکر کے بارے میں لکھا ہے۔ حضرت حسان بن ثابت نے یہی مذکورہ بالا پانچ شعر سنائے۔ محبوب کریم ﷺ نے فرمایا: اے حسان تم نے سچ کہا۔ اے لوگو! میرے یار کو میرے لیے رہنے دو، میرے یار کو میرے لیے رہنے دو، میرے یار کو میرے لیے رہنے دو (شرح دیوان حسان بن ثابت الانصاری صفحہ ۲۹۹)۔

یہ تھا حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کا عقیدہ جس کی بنا پر انہیں اِلَّا الَّذِیْنَ آمَنُوْا کے مطابق شاعری کی اجازت تھی۔

شاعری کے لیے دوسری شرط: صالح اور باعمل ہونا(وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ)۔

حبیب کریم ﷺ نے تمام صحابہ کرام کو صالح قرار دیتے ہوئے ان میں سے کسی ایک کی بھی پیروی کو ہدایت کا ذریعہ قرار دیا۔فرمایا:

اَصْحَابِیْ کَالنُّجُومِ فَبِاَیِّهِمُ اقْتَدَیْتُمْ اِهْتَدَیْتُمْ میرے تمام صحابہ ہدایت کے ستارے ہیں،ان میں سے جس کی بھی پیروی کروگے ہدایت پاؤ گے(مشکوٰۃ حدیث:۶۰۱۸)۔

اور فرمایا: اَصْحَابِیْ اَمَنَةٌ لِاُمَّتِیْ یعنی میرے تمام صحابہ میری امت کے لیے امان ہیں(مسلم حدیث:۲۴۶۶)۔

معلوم ہوا کہ تمام صحابہ کرام وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ کے معیار پر پورے اترتے تھے۔آج کا شاعر اور نعت خوان اس وقت مسجد میں آتا ہے جب عشاء کی نماز پڑھی جا چکی ہوتی ہے اور اس وقت جوتے اٹھا کر چلا جاتا ہے جب خطاب شروع ہونے لگتا ہے۔ایسے لوگ شاعری کے شرعی معیار پر پورے نہیں اترتے۔

شاعری کے لیے تیسری شرط: اللہ کا ذکر کثرت سے کرتا ہو اور اس کی شاعری اللہ کے ذکر پر غالب نہ ہو،(وَذَكَرُوا اللّٰهَ كَثِيرًا)۔

شاعری اگر جائز طریقے سے کی جائے تو پھر بھی اس پر یہ پابندی لازم ہے کہ اسے اس قدر غالب نہ کیا جائے کہ اللہ کے ذکر میں رکاوٹ ڈالے یا علم حاصل کرنے میں رکاوٹ ڈالے،یا قرآن پڑھنے میں رکاوٹ ڈالے۔

بخاری شریف میں امام بخاری رحمت اللہ علیہ نے ایک باب باندھا ہے جس کا نام ہے بَابُ :مَا يُكْرَهُ اَنْ يَكُونَ الْغَالِبَ عَلَى الْاِنْسَانِ الشِّعْرُ حَتّٰى يَصُدَّهُ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَالْعِلْمِ وَالْقُرْآنِ یعنی شعر ناپسند ہے کہ کسی انسان پر شعر غالب ہوں حتیٰ کہ اسے اللہ کے ذکر،قرآن اور علم سے روکیں(بخاری صفحہ ۱۲۵۹ مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت)۔

اس باب میں امام بخاری علیہ الرحمہ نے یہ حدیث بیان فرمائی ہے: سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ

روایت کرتے ہیں کہ حبیب کریم ﷺ نے فرمایا: لَاَنْ يَّمْتَلِئَ جَوْفُ اَحَدِكُمْ قَيْحاً خَيْرٌ لَهُ مِنْ اَنْ يَمْتَلِئَ شِعْراً یعنی اگر تم میں سے کسی کا پیٹ پیپ سے بھرا ہو، تو یہ بہتر ہے اس سے کہ اس کا پیٹ شعروں سے بھرا ہو (بخاری حدیث نمبر: ۶۱۵۴، مسلم: ۵۸۹۳)۔

ایک حدیث شریف میں اس طرح بھی ہے کہ: حضرت ابوسعید خدری ﷺ فرماتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ عرج جا رہے تھے کہ سامنے سے ایک شاعر شعر پڑھتا ہوا آیا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: خُذُوا الشَّيْطَانَ اَوْ اَمْسِكُوا الشَّيْطَانَ ، لَاَنْ يَّمْتَلِئَ جَوْفُ رَجُلٍ قَيْحاً خَيْرٌ لَهُ مِنْ اَنْ يَمْتَلِئَ شِعْراً یعنی شیطان کو پکڑلو یا شیطان کو روکو، اگر انسان کا پیٹ پیپ سے بھرا ہو تو یہ بہتر ہے اس سے کہ شعروں سے بھرا ہو (مسلم حدیث: ۵۸۹۵)۔

امام نووی رحمۃ اللہ علیہ اس کی شرح میں لکھتے ہیں کہ: وہ آدمی یا تو کافر تھا یا اگر مسلمان تھا تو اس پر شعر غالب تھے یا پھر اس کا وہ شعر مذموم تھا جو اس نے پڑھا (شرح نووی جلد ۲ صفحہ ۲۴۰)۔

حضرت قاضی ثناء اللہ صاحب پانی پتی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں: اَیْ لَمْ يُشْغِلْهُمُ الشِّعْرُ عَنِ الْاِكْثَارِ فِي الذِّكْرِ وَيَكُونُ اَكْثَرُ اَشْعَارِهِمْ فِي الذِّكْرِ وَالتَّوحِيْدِ وَالثَّنَاءِ عَلَى اللّٰهِ وَالْحِثِّ عَلٰى طَاعَتِهِ یعنی وہ شاعر مستثنیٰ ہیں جنہیں شاعری اللہ کے ذکر کی کثرت سے نہیں روکتی، بلکہ ان کے اکثر شعر ذکر کی شان میں، اللہ کی توحید وثناء اور اس کی اطاعت کے بارے میں ہوتے ہیں (تفسیر مظہری جلد ۵ صفحہ ۳۱۵)۔

شاعر کو انہی تین پابندیوں کے ساتھ شاعری کی اجازت ہے، ورنہ اوپر بیان کیے گئے برے شاعروں میں اس کا شمار ہوگا۔

اب آپ کو سمجھ آ گئی ہوگی کہ آج کل کے اکثر شاعر، نعت خوان اور سٹیج سیکرٹری حضرات جو حسان بن ثابت ﷺ بننے کی کوشش کرتے ہیں، راہِ حق سے بہت دور ہیں اور یہ لوگ ذکر وقرآن اور علم پر شعروں کو غالب رکھتے ہیں۔ بسم اللہ شعروں سے، اختتام شعروں سے، دعوت شعروں سے، تعریف شعروں سے، مذمت شعروں سے، تقریر ایک گھنٹہ سٹیج سیکرٹری کی شاعری دو گھنٹے اور اس تقریر میں بھی آدھے کے لگ بھگ اشعار، پھر ان میں بھی بدعقیدگی والے

اشعار اور گستاخانہ اشعار کی بھرمار، بلکہ ذکر، قرآن، نماز اور علم سے روکنے والے شعر بھی سنائے جاتے ہیں۔ اللہ کریم ہدایت عطا فرمائے۔

نعتیہ شاعری کے لیے چوتھی شرط: بہترین عالم دین سے شعر ٹھیک کرانا۔

محبوب کریم ﷺ کی نعت لکھنے والے نے اگر مبالغہ کرتے کرتے محبوب کریم ﷺ کو خدا کے برابر قرار دے دیا تو مشرک ٹھہرے گا اور اگر آپ ﷺ کی شان میں کمی ظاہر کر دی تو گستاخ و بے ادب قرار پائے گا۔

اسی طرح اگر اس نے محبوب کریم ﷺ کے ساتھ موازنہ کرتے کرتے باقی انبیاء علیہم السلام کی شان میں تنقیص کر دی تو یہ بھی عین بے ادبی و گستاخی ہو گی اور صحابہ کرام علیہم الرضوان اور اہل بیتِ عظام علیہم الرضوان کی شان کو کما حقہ بیان نہ کر سکا تو یہاں کی افراط و تفریط اس کے ایمان کا کباڑہ کر دے گی۔

آپ ﷺ نے سیدنا حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ سے فرمایا: كَيْفَ تَهْجُوْهُمْ وَاَنَا مِنْهُمْ؟ وَكَيْفَ تَهْجُو اَبَا سُفْيَانَ وَهُوَ اِبْنُ عَمِّيْ؟ (اسد الغابہ جلد ۲ صفحہ ۵)۔

ترجمہ: تم ان کی ہجو یعنی توہین کس طریقے سے کرو گے جبکہ میں ان میں سے ہوں؟ اور تم انکی توہین کس طریقے سے کرو گے جبکہ ابوسفیان میرے چچا کا بیٹا ہے؟

حتیٰ کہ کافروں کی مخالفت کرتے وقت بھی نبی کریم ﷺ نے حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کو بلوایا اور فرمایا کافروں کی ہجو بیان کرو۔ انہوں نے کلام سنایا تو نبی کریم ﷺ نے اسے ناپسند کیا فَلَمْ يُرْضِ ۔ پھر حضرت کعب بن مالک کو بلوایا اور بالآخر حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کو بلوایا تو انہوں نے عرض کیا کہ اب وقت آ گیا ہے کہ آپ لوگ اس شیر کو بلوائیں جو اپنی دم سے مارتا ہے (مسلم حدیث: ۶۳۹۵)۔

نبی کریم ﷺ نے حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کے اشعار کو پسند نہیں فرمایا تھا تو آج کل کے شاعر کس شمار میں ہیں؟

پھر آپ ﷺ نے حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ پر یہ پابندی لگائی کہ: لَا تَعْجَلْ ، فَإِنَّ أَبَا بَكْرٍ أَعْلَمُ قُرَيْشٍ بِأَنْسَابِهَا ، وَإِنَّ لِي فِيهِمْ نَسَباً ، حَتّٰى يُلَخِّصَ لَكَ نَسَبِيْ (مسلم حدیث:۲۴۹۵)۔

ترجمہ: اے حسان! بے شک ابوبکر قریش کے نسب کا سب سے بڑا عالم ہے، اور میرا نسب بھی قریش میں سے ہے، جب تک ابوبکر تجھے میرے نسب کے بارے میں رہنمائی نہ دے شعر لکھنے میں جلدی مت کرنا۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ شاعر کیلئے ضروری ہے کہ کسی بہترین عالم دین سے اپنے شعروں کی اصلاح کروائے۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کی نعتیہ شاعری سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی منظوری سے پاس ہوئی ہے اور اسکے پیچھے آپ کی اصلاح کا مکمل دخل ہے۔

اب یہ تھا وہ اصلاح شدہ نعتیہ کلام، جسے منبر شریف پر کھڑے ہو کر پڑھنے کا حکم سیدنا حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کو ملا (ترمذی:۲۸۴۶، ابوداود:5015)۔

یہی وجہ ہے کہ ہر آدمی نعت لکھنے کا اہل نہیں ہوتا، بلکہ امام اہل سنت شاہ احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ نعت لکھنا تلوار کی دھار پر چلنے کے مترادف ہے۔ بڑھا دیا تو کافر، گھٹا دیا تو کافر۔

عصرِ حاضر کے بعض نعت نویسوں کا خلافِ شرع کلام اس وقت ہمارے ذہن میں گردش کر رہا ہے چونکہ نام لے کر تنقید کرنا مناسب نہیں لہٰذا اجمالی اور مجموعی طور پر شعراء کرام سے گذارش ہے کہ خدارا شریعت کے حِکَم و مصالح کو ملحوظ رکھتے ہوئے کلام لکھا کریں اور اپنے کلام کے ضمنی اثرات (Side effects) پر کڑی نظر رکھا کریں۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ آپ کا کوئی شعر کسی بدترین مذہب کی ترجمانی کر رہا ہو۔ آج کل کے بعض نعت نویس ایسی غلطیوں کے ذریعے عوامی عقائد کی تباہی کرنے میں مصروفِ عمل ہیں۔ انکے بعض اشعار بالکل کفریہ ہوتے ہیں مثلاً جنت دوزخ کی توہین، حضرت جبریل امین علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بے ادبی اور دوسرے فرشتوں کی بے ادبی وغیرہ۔ ایسے تمام اشعار لکھنے والوں کو ہم تنبیہ کرتے ہیں اور خدا کا خوف دلاتے ہیں اور اگر یہ لوگ باز

نہ آئیں تو کم از کم دعوت دینے والے حضرات ہی ذمہ داری کا مظاہرہ فرمائیں، بڑی مہربانی ہوگی۔

نعتیہ شاعری کے لیے پانچویں شرط: غلط شعر پر ٹوک دینا

حضرت کعب بن زہیر ﷺ جب مسلمان نہیں ہوئے تھے تو گستاخانہ شاعری کرتے تھے۔ نبی کریم ﷺ کی طرف سے انہیں قتل کرنے کا اعلان ہو چکا تھا۔ ان کے بھائی بجیر نے انہیں خط لکھا کہ بچ بچا کر کسی طرح نبی کریم ﷺ کے پاس چلے جاؤ، رسول اللہ ﷺ کے پاس جو شخص بھی آ کر لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کی گواہی دے آپ اسے معاف کر دیتے ہیں۔

وہ کسی طریقے نبی کریم ﷺ کے پاس مدینہ شریف میں پہنچ گئے۔ نبی کریم ﷺ اسے شکل سے پہچانتے نہیں تھے۔ انہوں نے آگے بڑھ کر عرض کیا یا رسول اللہ: الامان۔ آپ ﷺ نے فرمایا تم کون ہو؟ عرض کیا کعب بن زہیر۔ آپ ﷺ نے انہیں معاف کر دیا۔

انہوں نے اس وقت آپ ﷺ کو ایک لمبا قصیدہ سنایا، وہ قصیدہ ان کی زوجہ کے بارے میں تھا جس کا نام سعاد تھا اور وہ قصیدہ بانت سعاد کے نام سے مشہور ہے یعنی سعاد دور چلی گئی، اسکے آخر میں انہوں نے نبی کریم ﷺ کی شان بھی بیان کی تھی۔ یہ قصیدہ سیرت ابن اسحاق صفحہ ۵۹۱، سیرت ابن ہشام جلد ۲ صفحہ ۵۱۲، مستدرک حاکم حدیث نمبر: ۶۵۹۳، دلائل النبوۃ جلد ۵ صفحہ ۱۵۷، اور الروض الانف جلد ۴ صفحہ ۳۰۲ پر موجود ہے۔ حاکم نے اسے صحیح قرار دیا ہے اور ذہبی نے اسکی تائید کی ہے (مستدرک حاکم حدیث: ۶۵۹۵)۔ اس قصیدے میں ایک شعر یہ بھی ہے:

اِنَّ الرَّسُوْلَ لَنُوْرٌ یُّسْتَضَاءُ بِهٖ　　مُهَنَّدٌ مِنْ سُیُوْفِ الْهِنْدِ مَسْلُوْلُ

ترجمہ: بے شک رسول نور ہیں جن سے روشنی حاصل کی جاتی ہے، آپ ہند کی سونتی ہوئی تلوار ہیں۔

حضور کریم ﷺ نے اس شعر پر حضرت کعب ﷺ کو ٹوک دیا اور شعر کی اس طرح اصلاح فرمائی:

اِنَّ الرَّسُوْلَ لَنُوْرٌ یُّسْتَضَاءُ بِهٖ　　مُهَنَّدٌ مِنْ سُیُوْفِ اللّٰهِ مَسْلُوْلُ

(سبل الہدیٰ والرشاد جلد ا صفحہ ۴۷۳)۔

اس شعر میں غلطی درست فرمانے کے بعد اسی شعر پر انہیں آپ ﷺ نے انہیں چادر عطا فرمائی، وہ چادر سیدنا امیر معاویہ ﷺ نے ان سے دس ہزار درہم میں خریدنا چاہی تو انہوں نے فرمایا:

میں رسول اللہ ﷺ کی چادر احد پہاڑ کے برابر رقم کے بدلے میں بھی نہیں دوں گا۔ پھر جب حضرت کعب ؓ وفات پا گئے تو سیدنا امیر معاویہ ؓ نے ان کے وارثوں سے بیس ہزار درہم میں خرید لی اور بعد میں خلفاء کے پاس بھی رہی جو اسے عید کے دن پہنا کرتے تھے (اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ جلد۴ صفحہ ۳۳۵، البدایہ والنہایہ جلد۴ صفحہ ۴۰۳، الاصابہ جلد۳ صفحہ ۱۶۸۹، المواہب اللدنیہ جلد ا صفحہ ۶۲۴، شرح دیوان حسان بن ثابت للبرقوقی مقدمہ صفحہ ش۔م) اسنادہ ضعیف

اس واقعہ سے حبیب کریم ﷺ نے زبردست حکمتِ عملی معلوم ہوئی کہ غلط شعر کی اصلاح بھی فرما دی اور چادر عطا فرما کر ایک نومسلم کی حوصلہ افزائی فرمائی، اور ان کے مجازی شعروں پر فوراً گرفت کرنے کی بجائے فی الوقت درگزر فرمایا۔

مذکورہ بالا پابندیوں کے ساتھ جو شخص شاعری کرتا ہے اسی کی شاعری کے بارے میں فرمایا: اِنَّ الْمُؤْمِنَ یُجَاهِدُ بِسَيْفِهٖ وَ لِسَانِهٖ یعنی مومن اپنی تلوار اور زبان سے جہاد کرتا ہے (مسند احمد حدیث: ۲۷۰۵۲)۔ اور فرمایا: اِنَّ مِنَ الشِّعْرِ حِكْمَةً یعنی بعض شعروں میں حکمت ہوتی ہے (بخاری حدیث: ۶۱۴۵، ترمذی حدیث: ۲۸۴۴، ابوداؤد حدیث: ۵۰۱۰)۔

نیز سیدنا حسان بن ثابت ؓ کو محبوب کریم ﷺ کی طرف سے دعا تھی کہ: اَللّٰهُمَّ اَيِّدْهُ بِرُوْحِ الْقُدُسِ اے اللہ روح القدس کے ذریعے حسان کی مدد فرما (بخاری: ۴۵۳، مسلم حدیث: ۶۳۸۴)، جبکہ آج کل کے لوگوں کو یہ دعا اور پناہ نہیں دی گئی۔

ہم نے پہلے صفحے پر سورۃ الجمعہ کی آیت نمبر ۲ لکھی تھی جسکا خلاصہ یہ ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے تشریف لا کر قرآن کی تلاوت فرمائی، نگاہِ اقدس سے لوگوں کا تزکیہ فرمایا، انہیں کتاب کا ظاہری علم بھی پڑھایا اور باطنی علم بھی سکھایا۔ آپ ﷺ نے انسانیت کو گمراہی کے گھٹاٹوپ اندھیروں سے نکال کر اجالوں سے روشناس کرایا (حاصل سورۃ جمعہ آیت: ۲)۔

آپ ﷺ نے گمراہی کے اِن تین اہم محاذوں فحاشی، جہالت اور گمراہ کن شاعری کا مقابلہ کیا، سوچنے کی بات یہ ہے کہ کیا ہم نے اندھیر نگری کے یہی تین کام دوبارہ تو نہیں شروع کر دیے؟

☆......☆......☆